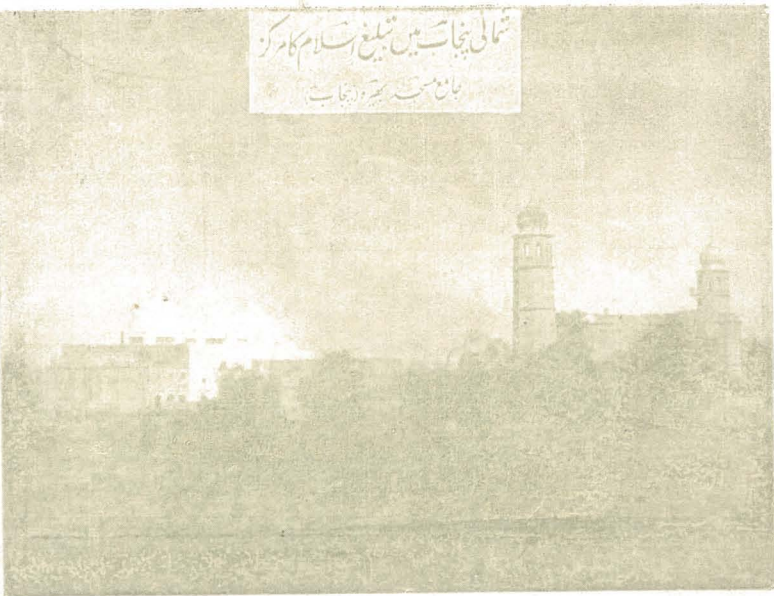


شمس الاسلام

ماہنامہ

شمالی پنجاب میں تبلیغ اسلام کا مرکز
ماہنامہ شمس الاسلام



تحت ادارہ

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی

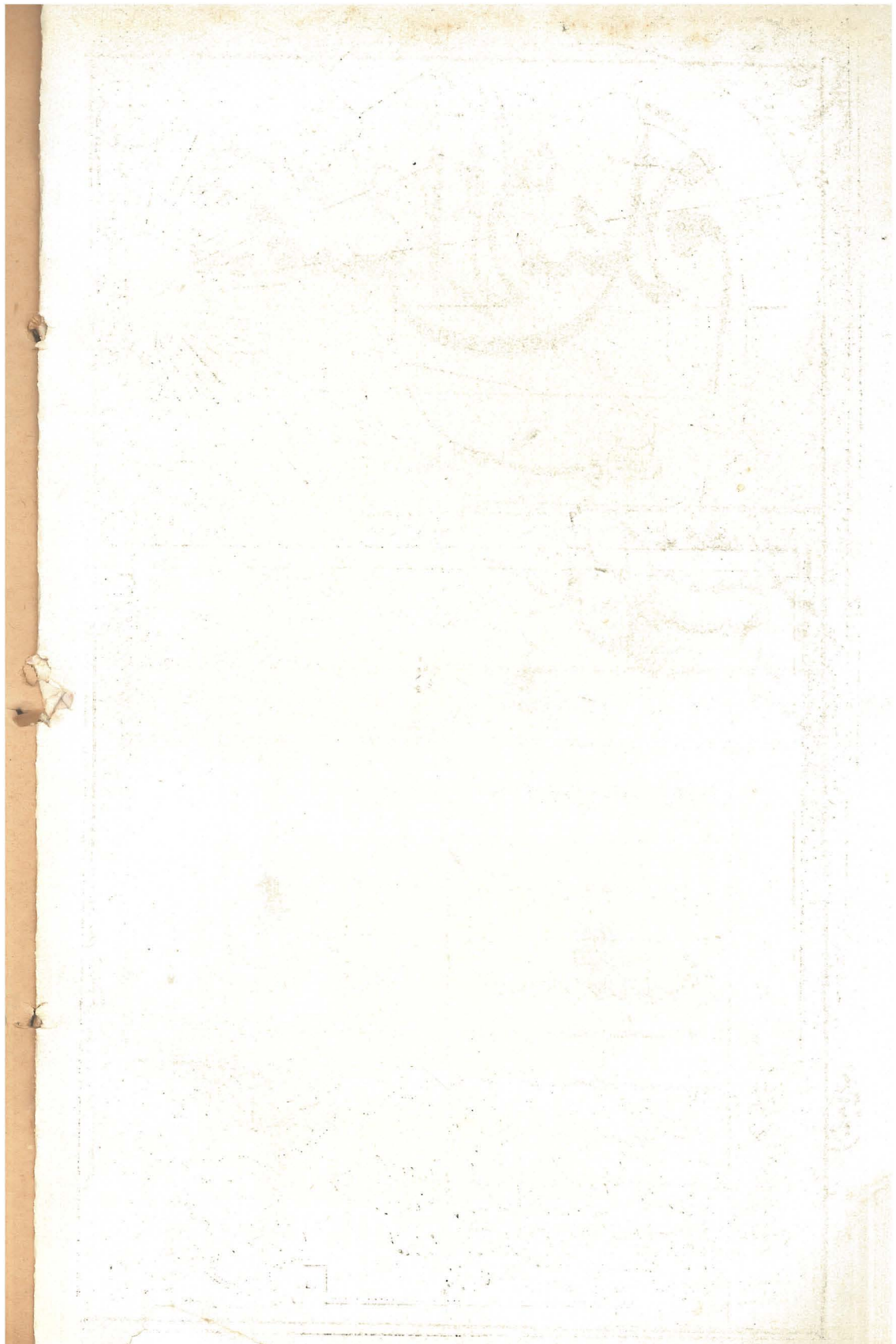
نائب مدیر

افتخار احمد بگوی

سالانہ چندہ

دیرندہ روپیہ

امیر حزب الانصار بحیرہ
پنجاب



شامس الاسلام

عاش
مقام اشا

جامع مسجد بحیرہ (پنجاب)

جلد ۱ باب ۱۰ نمبر ۱۰۳۸ اغیضان المبارک ۱۳۵۷

نمبر شمار	فہرست	مصنایین	صفحہ
۱	سورۃ قیل کی تفسیر اور علامہ فرہانی (تقریر)	جناب مولانا محمد عالم صاحب آسی اترسری	۲
۲	باب الحدیث (روضہ نبوی کی زیارت)	ادارہ	۸
۳	تحقیق المسائل باب الاستیجار	جناب مولانا غلام رسول صاحب تاسمی مرحوم	۱۰
۴	انتقام زنا رنج وغیرہ	ماخوذ	۱۱
۵	سیاحت پتھراں کا ایک تاریخی نظارہ	ارخان زادہ غلام احمد خان صاحب نگلش	۱۲
۶	معراج نبوی پر مذہب باطلہ کی تنقید	ادارہ	۱۴
۷	تنقید و تبصیرہ	میر	۲۱
۸	مسلم سے خطاب	جناب قمر صاحب نعمانی سہسری	۲۳
۹	جنائے مستحکمان	جناب ضیاء صاحب لکھنوی	۲۴
۱۰	کشف التلبیس حصہ سوم سلسلہ ماہ اکتوبر	حضرت مولانا سید ولایت حسین صاحب دیوری	۲۵ تا ۴۰
۱۱	عرض حال شذرات، اور میانوائی کے اسلامی طریقہ کی روایت	ادارہ وغیرہ	۴۱

تفسیر القرآن

سورہ فیل کی تفسیر اور علامہ فرہی

الحمد لله وحده والصلاة على من لا نبي بعده

(سلسلہ اشاعت گزشتہ)

جواب ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خطاب عام قرآن مجید میں موجود ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ خطاب نبوی کہیں بھی موجود نہیں۔ البتہ نشیخ لک صدرك ما ودعك ربك اور اس قسم کی آیات میں خطاب نبوی ہے۔ اور جن آیات میں واحد سے عام خطاب ہوتا ہے وہاں کچھ قرآن اس قسم کے موجود ہوتے ہیں کہ خطاب عام ہی لینا پڑتا ہے مثلاً یہ کہ واحد اور جمع کا خطاب ایک ہی آیت میں یا آیات متصلہ میں تبدیل ہو کر آتا ہے۔ جیسا کہ خطاب نے آیات پیش کردہ سے ثابت کیا ہے یا وہ سلسلہ کلام ایسا ہوتا ہے جو خطاب نبوی کے شانہ میں ہوتا۔ تو سورہ فیل میں یہ دونوں امر درپیش نہیں آئے۔ کیونکہ اول سے آخر تک واحد کا خطاب چلا جاتا ہے کسی جگہ جمع کی طرف توجہ نہیں دلائی گئی۔ اور نہ ہی جمع کا خطاب ذکر کیا گیا ہے اس لئے اس سورہ کو مذکورۃ الصدرة آیات پر قیاس کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہ ہوگا۔ بالخصوص جب ہم اس بیان کی نوعیت پر غور کرتے ہیں تو خطاب توحشی کی خصوصیت مفعول ہوجاتی ہے۔ کیونکہ خطاب تسلیم کا بھی احتمال غالب آجاتا ہے جس کو امت محمدیہ نے تسلیم کیا ہے۔ اگر یہ خطاب توحشی ہوتا۔ تو تیرہ سو سال تک کسی ایک کا خیال تو اس طرت ضرور دوڑ جاتا جس لئے رائے عامہ کے خلاف ایک شخصی خیال کو کوئی وقعت نہیں دیا جاسکتی کیونکہ عبد جاحز کی تحقیقات کا اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کو انسانی تصانیف کی طرح مقبول اور مفصل مانا جائے۔ یہ اصول گو کسی حد تک درست اور صحیح ہے مگر اس سے مقصود یہ نہیں ہوتا کہ قبل و بعد میں خصوصیت کے ساتھ ایک ہی نوعیت دکھائی جائے ورنہ سورہ ابی لباب کے بعد مؤذنین کا احاق ناموزون ہو جائیگا۔ اور سورہ فاتحہ کی تقدیم سورہ پر مشکل نظر آئیگی۔ اس کے علاوہ سورہ فیل میں قریش کی کوئی ناشکر گزاری مذکور نہیں تاکہ خطاب قوی کی ضرورت درپیش آئے اور مضمون کی نوعیت بھی کچھ قریش سے خصوصیت نہیں رکھتی کیونکہ واقعہ فیل کے بعد حبش چالیس پانچ سال بعد یہ سورہ نازل ہوئی ہے تو خطاب کی خصوصیت ان سے نہیں رہتی۔ جو اس واقعہ میں حاضر تھے۔ کیونکہ نصف صدی تک کئی ایک مر جاتے ہیں۔ اور کئی ایک نئے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو اس صورت میں قوی خطاب کے اندر خطاب نبوی کا داخلہ بھی ممنوع ہوگا۔ اس کے علاوہ آیات مذکورۃ الصدرة سے قوی خطاب کی تصدیق اس امر کی مستغنی نہیں کہ سورہ فیل میں بھی ضروری قوی خطاب کی رائے قائم کی جائے۔

خطاب قرآنی
پر بحثاولیٰ
شخصخطاب
خطاب
کا

زیادہ سے زیادہ امکانی صورت پیدا ہو سکتی ہے جس کی بنا پر ہم رائے عامہ کی تجہیل نہیں کر سکتے بلکہ رائے عامہ کا تجہیل زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ صریح بیت اللہ کی حمایت میں کفار ہلاک ہوئے تھے اسی طرح یہ بھی پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ دشمنان رسول بھی تباہ ہو گئے۔ فاماخذ ہبن دلت فانما ہنہد منتقمون (زحرف) کی تصریح اس کی تائید میں موجود ہے اسلئے جناب کی شخصی رائے کو رائے عامہ کے خلاف قابل وثوق سمجھنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

(۳) حد سے حد تک واقفہ فیل کا تعلق اپنے ماقبل و مابعد سے بیان کرنے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۃ فیل کے پہلے سورہ ہمزہ میں ایک دشمن اسلام کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ آگ میں جھونکا جا بیگا۔ اس کے بعد سورہ فیل میں ایک مغرور قوم کی چڑھائی ذکر کی ہے۔ کہ جس کو آسمانی صحیفوں کے ذریعہ سے معلوم تھا کہ بیت اللہ خدا کا ذی شان گھر ہے اور بیت المقدس بھی خدا کا گھر ہے۔ مگر اس قوم نے یہودیوں کی عداوت سے یہوشلم کو تباہ کر ڈالا تھا۔ اب اسی جرأت سے بیت اللہ کو بھی گرانے کی ٹھان لی تھی۔ مگر یہاں وہ قوم خود تباہ ہو گئی اور صریح یہودی گستاخ ہو گئے تھے اسی طرح قریش بھی گستاخ ہو گئے تھے اور ابولہب اور اس کے پیروں کی بدعات نے ہی بیت اللہ کی حرمت برباد کر دی تھی۔ اس نے اس کو ناسب کر کے خدا فرماتا ہے کہ دیکھ کہ تیرے جیسے شریروں کے سر خدا نے کیسے کچلے۔ تم نے ان کو مغلوب نہیں کیا تھا۔ بلکہ خدا نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا اور کنکریوں کے زخم سے ان کے جسم گھل گئے۔ تم نے لاشیں خود دیکھیں پھر چڑیوں نے ان لاشوں کو نوچ نوچ کر کھایا اور وادی اخضر سے پاک ہو گئی تو کیا اس مشاہدہ کے بعد بھی اس کے شعاثر کی توہین کرو گے۔ اس تمہید کے بعد سورہ ایلاف میں خلیعہ و ادب ہذا لکبت لکم حکم دیا۔ کہ تم خدا کی عبادت کرو۔ کیونکہ یہودی تو بیت المقدس کی بربادی سے برباد ہو چکے تھے۔ مگر تم اور تمہارا معبود دونوں سلامت ہیں۔

(جواب) اس مقام پر جناب نے خود ہی قومی خطاب کو شخصی خطاب سے تبدیل کر دیا ہے تو اگر رائے عامہ نے حضور علیہ السلام سے خطاب مخصوص کر دیا ہے تو ان پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اس کے علاوہ جناب نے قرآنی ترتیب میں ایک اصلاح بھی پیش کی ہے کہ سورہ ہمزہ کے بعد سورہ فیل اور ایلاف ہیں مگر ان کے ساتھ ہی متصل سورہ لب بھی مذکور ہونی چاہیے مگر خلاف اس کے سورہ لب، کافرون، کوثر اور نصر کے بعد ذکر کی گئی ہے اس تمام خیال مندی اور نکتہ آفرینی کا مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کو ایک مسلسل ٹری میں منظم کیا جائے اور وہ سلسلہ تنظیم بھی جناب کی رائے سے قائم ہو ورنہ تو ہر ایک مفسر جدید کا نظریہ اس تنظیم کے متعلق الگ الگ پیدا ہو سکتا ہے مگر موجودہ ترتیب جو صحیح و مکمل ہے اس سے دی گئی ہے گو اس پر وہ لوگ بظاہر تو مترض نہیں ہو سکتے لیکن ضمنی طور پر ضرور اظہار ناراضگی پر مجبور ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت ایسے مفسرین جدید کو دل میں وقعت نہیں دیتے اور یہ حقیقت بالکل آشکارا ہے۔ کہ جب ان کو اسلاف اسلام کا احترام نہیں تو کس منہ سے اپنے احترام کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ

اولیٰ
شخصی

خطا تو
خطا شخصی
کا اثرات

اپنے بیان میں کبھی کہتے ہیں کہ یہاں قومی خطاب ہے اور نبوی خطاب مطلقاً نہیں تو پھر خود ہی اپنے لکھنے پر پانی پھیر دیا کہ نہیں یہ اب وہی خطاب ہے۔ سچ سے باطل کے پیر نہیں ہوتے۔

(۴۴) صفحات ۳۴ لغایت ۳۹ میں قریش اور بیت اللہ کی فضیلت میں لکھتے ہیں کہ خدا نے اس گھر کو اور قریش کو ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھا ہے کیونکہ یہ پہلی عبادت گاہ ہے بیت المقدس بعد میں بنایا ہوا تھا۔ اس کو باپ بیٹے اور دونوں نے بنایا اور اس کو دو ضروروں نے بنایا۔ اس کو خدا نے ہمیشہ سے محفوظ رکھا اور اسے تباہ بھی کر دیا۔ اس کے باشندوں کو کبھی گھر سے نہیں نکالا گیا۔ اس کے باشندے تباہ بھی ہو گئے وغیرہ وغیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی عظمت کی وجہ سے واقعہ فیل میں ابرہہ کو تباہی آئی۔

(جواب) خباب نے اس طویل بیان میں ایک تاریخی واقعہ خلاف بھی لکھ دیا ہے کہ قریش کبھی مکہ سے نہیں نکالے گئے۔ حالانکہ تاریخ میں ثابت ہے کہ کچھ مدت کے لئے جوہم نے ان کو نکال دیا تھا۔ بانی بیانات کا واقعہ فیل سے کچھ بھی تعلق نہیں شاید یہ مطلب ہو کہ حسب دستور سابق واقعہ فیل میں خدائے تعالیٰ نے بیت اللہ کی عظمت قائم رکھی تھی جس کا احسان قریش نہیں مانتے تھے تو زاجراتہ خطاب سے عبادت الہی کا حکم دیا گیا

(۴۵) ۳۹-۵۴ تک چند امور بیان کئے ہیں کہ نہ وہ کا کوئی حق نہیں کہ خدا سے معینانہ حقوق طلب کرے اسلئے حضرت ابراہیم نے بھی بچے کی قربانی کے باوجود معینانہ حقوق طلب نہیں کئے مگر یہودی نیک اعمال کو علت قرار دیتے ہیں۔ اور قد ریحہ کہلاتے ہیں اور عیسائی اعمال کو بالکل بیکار بناتے ہیں۔ اسلئے وہ جھجکتے ہیں اب جو کچھ قریش پر انجام ہوئے وہ صرف فضل خداوندی تھا اس لئے خدا کا حق تھا کہ اسکے معاوضہ میں اپنی عبادت کا مطالبہ کرتا۔ علیٰ ہذا الفیاس کسی عباد کی حفاظت بھی خدا پر فرض نہیں۔ گو یہ ضرور ہے کہ وہ اسکی حفاظت سے محروم نہیں ہوتا اور جس قوم کے سپرد ہوتا ہے اگر ساری بگڑ جائے تو تباہ ہو جاتی ہے اگر کچھ حصہ نیک بھی رہے تو تباہی سے بچ رہتی ہے۔

(جواب) اس طویل عبارت میں پچھلے مضامین کا ہی اعادہ ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں شاید تنبیہ اس لئے اٹھائی ہے کہ عبدالمطلب کا بیت اللہ چھو کر یہ کہنا کہ ”یا اللہ! تو اپنا گھر آپ سنبھال ہم کچھ نہیں کر سکتے، باطل ہو جائے مگر واقعات کو عقل کی ٹوسنگائیوں سے باطل قرار دینا محصلین کا کام نہیں مگر یہ ضروری ہے کہ کوئی تاریخی واقعہ پیش کیا جائے جس سے ایسے واقعہ کی تکذیب ہو ورنہ عقلی گھوڑے دوڑانے سے آجکل تمام ایسے واقعات جھوٹے ثابت کئے جا رہے ہیں۔ جن کو آج کل کی عقلیں تسلیم نہیں کرتیں۔ مثلاً واقعہ اسراء، واقعہ ہجرت، حادثہ سحر اور واقعہ معراج وغیرہ۔ تو یہ مرض عام طور پر پھیل چکا ہے۔ گویا اب اس سے زیادہ حصہ نہیں ملا۔

(۴۶) ۵۸-۸۰ تک واقعہ فیل کے متعلق لکھا ہے کہ قرآن مجید نے اس کو اجمالاً بیان کیا ہے کیونکہ یہ مشہور تھا اور اکتہ تنز کا محاورہ ایسے ہی موقوف کے لئے مخصوص ہو چکا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب فیل کو خدا نے تباہ کر دیا۔ اور خدا کی بے شمار

بیت اللہ
بیت المقدس
کا مقابلہ

بیت اللہ کی
حفاظت

عقل اور
نقل

خدائی فیج

فوجوں میں سے ایک فوج نمودار ہوئی۔ اس نے پتھر اڑا کر کے ان کو پارہ پارہ کر دیا تاکہ عرب پر احسان ہو۔
(جواب) بے شمار فوجوں میں سے ایک فوج کا نمودار ہونا معلوم نہیں اس سے کیا مراد ہے یا کس آیت کا ترجمہ ہے؟
 غالباً اس سے مراد طوفان باد مراد لیا ہے مگر اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا کہ اس وقت آمدھی بھی چلی تھی یہ تفسیر میں سو
 کچھ تو ایسے لشکر سے مراد قریش لیتے ہیں۔ اور کسی نے شکاری پرندے لکھے اور کسی نے چھپ تباہی۔ مگر جناب ہیں کہ اپنے
 طوفان باد سے سب کو اڑا رہے ہیں۔

(۴) ۴۸۔ ۴۹ تک مشہور روایت پر تنقید کی گئی ہے کہ عبدالمطلب کا فرار اور عربوں کا نہ لڑنا مورخ ابن اسحاق نے
 بیان کیا ہے جس کے تمام روایات بے بنیاد ہوتے ہیں ان روایات میں عرب کی تحقیر اور توہین بھی ہے۔ ابراہم کے اخلاق
 پر دھبہ لگایا ہے اور یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ (الف) دنیا میں کوئی قوم نہیں کہ اپنے معبود کو چھوڑ کر چلی گئی ہو۔ اور
 بے ہمتی سے دشمن کے سپرد کر گئی ہو خصوصاً عرب جسے شمشیر زن اور تیر انداز قوم سے کبھی یہ توقع نہیں ہو سکتی (ب)
 خانہ کعبہ کے متعلق عبدالمطلب نے ابراہم سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ حالانکہ وہ بڑا خلیق تھا۔ اگر کچھ کہتے تو فوراً چھوڑ کر
 چلا جاتا۔ اس لئے یہ روایت قابل اعتبار نہیں (ج) ذوالرمہ کا شعر ثابت کرتا ہے کہ عرب نے ابراہم سے ہمیشہ لڑائی شروع
 رکھی تھی۔ اور کبھی پیٹھ نہیں دکھائی۔

وَأَبْرَهَةَ أَصْطَادٌ صُدُّوا رِمَاحَنَا
 نَحْنُ لَهُ عَمْرُو فَشَاكَ صَلَوعُهُ
 جَهَارًا وَعَنُونِ الْعَجَاجَةِ الْكَدَرُ
 بِنَاقِذَةِ مَجْلَاءٍ وَالْحَيْلُ تَبْصُرُ
 ترجمہ یہ ہے کہ ابراہم کو علی الاعلان ہمارے نیزوں کی نوک نے شکار کیا ہے جبکہ غبار کا ستون بلند اور مکہ تھا۔ کیونکہ عمرو
 نے ایک جگہ الگ ہو کر نیزے سے اسکی پسلیاں چیر ڈالی تھیں۔ اور بڑا گھاؤ ڈالا تھا۔ جبکہ تمام لشکر دیکھ رہا تھا اس میں غبار
 کی کدورت اس لئے بیان کی ہے کہ اس دن طوفان باد سے لکیریاں برس رہی تھیں (د) عکرمہ کے شعر ثابت کرتے ہیں کہ
 ابراہم نے موسم حج میں حمل کیا تھا۔

لَا هُمْ أَخْرَا الْأَسْوَدَ بْنِ مَفْصُودٍ
 الْاِخْتِ الْهَجْمَةِ فِيمَا التَّغْلِيْدُ
 بَيْنَ حِرَاءٍ وَثَبِيرٍ فَالْبِيدُ
 يَحْبِسُهَا وَهِيَ اَوْلَاتُ التَّطَرُّدِ
 فَضَمَهَا اِلَى طَهَا طَمِ سَوْدُ
 اخضر يارب وانت محمود
 (ترجمہ) یا اللہ اسود کو رسوا کر کیونکہ وہ تمام اونٹ لے گیا ہے کہ جن کے گلے میں قربانی کے ہار تھے وہ انہیں مقام را
 ثبیر اور بید میں روک رہا تھا حالانکہ وہ بھاگ نہ سکے پر آمادہ تھے۔ تو اس نے حبشیوں کے سپرد کئے۔ یا اللہ اسے رسوا
 کر اور تو قابلِ تعریف ہے یہ کہنا کہ عرب بھاگ گئے۔ خاص کر اس وقت جبکہ ابراہم عین کعبہ کے پاس آئے ہینچا تھا۔ بڑا تعجب
 ہے۔ اس لئے یہ روایت جھوٹی ہے (۵) ابراہم کے مقابلہ میں بنی ثقیف بھاگ گئے تھے اور اورغال ثقیفی نے ابراہم

ایضاً قاضی
 شاعر اور آل

کہ مکہ تک پہنچا تھا۔ پس اگر اہل مکہ بھاگ بھی گئے ہوتے تو وہ سزاوار تھے اور قابلِ توبیخ نہ تھے۔ ضرر شاعر نے بھی ثقیف کو کیوں مخصوص کیا۔

وفرت ثقیف الی لا تھا جمنقلب الخائب الخاسر
 (ترجمہ) بنی ثقیف ایک نامراد کی طرح اپنے بت لات کو دوڑ گئے (۱) ابراہیم نصرانی نے اپنا معذبتار کیا تھا اور چاہتا تھا کہ عرب کو اس کی طرف متوجہ کرے اور اس سے پیشتر میں سے یہودیوں کو نکال چکا تھا۔ باقی یہ غلط ہے کہ کنانی قوم کے آدمی نے اس گرجا میں پناہ نہ دی تھی۔ یہ سب نیا دھڑ ہے اور پہلی بات فطرتی اور صحیح نظر آتی ہے۔ ایک انور روایت یہ بھی ہے کہ ابراہیم کا نواسا دیکھو جو حج بیت اللہ سے واپس گیا تو بحران کے مقام پر لٹ گیا اس لئے ابراہیم نے قریش سے انتقام لینے کی ٹھیکر لی مگر فطرتی روایت کے مقابلہ میں ایسی روایت کی کیا ضرورت ہے (۲) قرآن مجید میں ابراہیم کے حملہ کو کیوں کہا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اشرار سے حج کے حملہ کیا تاکہ عرب حملہ آور نہ ہوں اور خاص حج کے موقع پر اس لئے حملہ آور ہوا تاکہ عرب حج میں مصروف رہیں خاص ایام تشریق میں حملہ کیا تاکہ عرب منہر حج سے تھک چکے ہوں گے۔ مگر خدا نے اسکی فوج کو جلیں محسوس ہی روک دیا اور عربوں نے محسوس کیے پتھروں سے اسلحہ کا کام لیا اور خدا نے آسمان سے سنگریزے برسانے والی آندھی بھیجی۔ اگر وہی سمجھیں تو کید اور فضلیل کی پوری تشریح ہو جاتی ہے ورنہ عام روایت کے مطابق نہ کوئی کید ہے اور نہ کوئی فضلیل۔ اس لئے ہماری رائے صحیح ہوگی اور رائے عامہ غلط ہوگی (۳) جناب نے خود ہی بیان کیا ہے کہ یرشلیم سے یہود بھاگ گئے تھے۔ اور یرشلیم تباہ ہو گیا تھا تو یہ اصول آپ نے کہاں سے گھڑ لیا۔ کوئی قوم اپنا معبد دشمن کے سپرد کر کے نہیں بھاگتی (۴) عبدالمطلب کو بھروسہ تھا کہ خدا خود اپنے گھر کی حفاظت کرے گا اور دیکھ چکا تھا کہ بنی ثقیف اور دیگر قبائل شکست کھا چکے ہیں اس لئے ابراہیم سے اپنا معبد راکر ان کی ذلت آئینہ گفتگو نہ کی (۵) ذوالوہ نے ابراہیم کا قتل بیان کیا ہے۔ مگر قریش کے ہاتھ سے بیان نہیں بلکہ اپنے قید کے ہاتھ سے نواس سے قریش پر جو الزام لگایا جاتا ہے کیسے اٹھ سکتا ہے تاریخ بتاتی ہے کہ ابراہیم زندہ گھر واپس گیا تھا راستہ میں یہ واقعہ پیش آیا ہوگا۔ اس لئے عتقون العجا حجتہ اکد نما سے طوفان باد مراد لینا اور وہ بھی خاص مکہ کے پاس؛ خلاف واقعات ہے۔ آپ کہیں ثابت نہیں کر سکتے کہ ابراہیم مکہ کے پاس قتل ہوا تھا۔ اس لئے خباب کا استنباط محض خیالی ٹھیکر۔ (۶) عکرمہ کے اشعار سے یہ استنباط کرنا بھی غلط ہے کہ ایام تشریق میں یہ حملہ ہوا تھا۔ کیونکہ ان میں صرف یہ مذکور ہے کہ اسود قرمانی کے اونٹ لے گیا تھا مگر گرب؛ ایام تشریق میں نہیں بلکہ ابراہیم کے حملہ سے پہلے لے گیا تھا۔ اور اپنی کوٹھیر لے کیلئے عبدالمطلب حملہ سے پہلے ابراہیم کے پاس گئے تھے۔ سب جانتے ہیں کہ قرمانی کے اونٹ موسم حج سے پہلے تیار کئے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان کو خرید کر کے قرمانی کریں اور ان کا نشان یہ ہوتا ہے کہ ان کے گلے میں برائے نام ایک مار ڈال دیتے ہیں تاکہ کوئی دشمن نہ لے جائے ہمیں تعجب ہے کہ خباب جیسا ایک علامہ مفسر کیسے غلط استنباط کر کے اضافہ طرازی میں نہیں کیا ہے۔ خباب لکھتے ہیں کہ جب ابراہیم مکہ کے پاس پہنچا تو عرب بھاگ گئے اور پھر اس روایت کی تکذیب بھی کرتے ہیں حالانکہ

عرب کا بھاگنا حملہ سے پہلے تھا حملہ کے وقت نہ تھا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے آپ کا استنباط غلط معلوم ہوتا ہے (۱۵) حضرت شاعر نے بنی ثقیف کا واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ ابرہہ سے نہ لڑ سکے نہ یہ کہ وہ معذور تھے۔ اور قریش بھی معذور اور قابلِ ملامت تھے یہ صرف خیالی ملامت ہے جس کی طرف شعر مطلقاً اشارہ نہیں (۱۶) جناب نے ابرہہ کے حملہ کی وجہ یہ لکھی ہے کہ وہ منتعصب عیسائی تھا۔ اور دنیا کو عیسائی جبرائنا چاہتا تھا اور اس روایت کو فطری روایت بنا کر صحیح تصور کیا ہے مگر خیال نہیں کیا کہ جب ایک کنانی آدمی نے اس کے معبود کو جس کر دیا تھا تو اس کو غصہ نہ آیا ہوگا۔ کیا اس قسم کا غصہ فطری افتاد کے خلاف ہوتا ہے جناب خواہ مخواہ کذاب کرنے چلے جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ خود جناب کے اصول شکیکہ ہی جناب کی افسانہ طرازی کے خلاف ہیں خدا رحم کرے (۱۷) جناب نے کید اور تضلیل کی صرف یہی صورت مقرر کی ہے کہ وہ ایک مخفی ارادہ لے کر آیا تھا کہ اپنے تعصب مذہبی سے بیت اللہ کو یام تشریق میں آکر گرا دے تو کیا قریش کو یہ معلوم نہ تھا کہ یمن سے یہودیوں کی جنگی کرچکا ہے اور کیا ایسے ملکی معاملات پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے تو کیا قریش ایسی قوم تھی کہ جسکو دنیاوی انقلابات کی کچھ خبر نہ تھی حالانکہ تمام عرب کا مرکز تھا اور جناب خود ہی پیش کرتے ہیں کہ یام تشریق میں حملہ کیا تھا۔ تو کسی حاجی نے بھی یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ تعصب کی بنا پر حملہ آور ہو رہا ہے سب کے منہ پر خاموشی کی ٹی مبدھی تھی؛ تو جب فطری رفتار اس بات کی متقاضی ہے کہ ایسے انقلابات مخفی نہ رہیں تو پھر آپ کے کید کی بنیاد مخفی راز نہ رہی یہ نہایت تعجب خیز امر ہے کہ کینہ کی تشریح اور اس کا مخفی راز آج تک کسی مورخ پر نہ کشف ہوا ہے اور نہ کسی مفسر نے لکھا ہے۔ صرف کپ جانتے ہیں۔ یا ابرہہ کا قلب جانتا ہے اسلئے ہم بھی صادم کرتے ہیں کہ واقعی یہی کید تھا۔

معجزات کی تو

(۱۸) ۱۳۵۵ھ اصحاب قبیلہ پر سنگساری کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی پیدائش اسی سال ہوئی۔ اور یہ سنگساری آپ کی بعثت کی نشانی ہے مگر تمام خوارق اسباب و علل کے پردہ میں نمودار ہوتے ہیں۔ غزوہ بدر میں آپ نے لنگریاں پھینکیں تو دستِ غیب نے بھی درپردہ پھینکیں اس لئے خدا کی طرف سے آپ کی رچی کی نفی کی گئی (رمادھیت) اور اپنی نفی کا اثبات کیا گیا (لکن اللہ رخی) قریش نے ابرہہ پر سنگساری کی تو خدا نے آسمان سے آندھی کے ذریعہ سنگساری شروع کر دی۔ اور بتایا کہ ہم نے ابرہہ کے لشکر کو بھس کی طرح کر دیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے مٹھی بھر رکھ کر اڑائی تھی۔ تو فرعونوں میں پھٹے نکل آنے تھے کیونکہ پردہ غیب سے اس رکھ کر بڑھا کر تمام اہل مصر پر پھیلا دیا گیا تھا۔ اور یہاں بھی قریش کی مجرمانہ تھی۔ اور جن پر سنگساری ہوئی ان کو چھپ نکل آئی اور مر گئے پھر ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کی طرقت ہاتھ بڑھایا۔ تو آندھی چلی جس میں ٹڈیاں تھیں جس نے مصریوں کی تمام کھیتیاں و بجز کھا کر خشک کر دیں۔ اسی طرح سمندر کی طرف سے شکاری پرندے آئے جنہوں نے لاشوں کا صفایا کر دیا۔

جن حضرات کی میعادِ خیر اسی سال کی تھی وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں

بَابُ الْحَدِيثِ

(روضہ نبوی کی زیارت)

(۱) مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا يَعِدُّ لِحَاجَتِي إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 (طب عن ابن عمر كذا العمال جلد ششم ص ۲۸)

ترجمہ طبرانی معجم کبیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا جو شخص آئے میری زیارت کرنے
 اور یہاں آنے میں اس کی حاجت اور نہ ہو سو میری زیارت کے تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔
 (۲) مَنْ جَعَلَ قَبْرِي لَعْنَةً وَفَاتِي كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي (طب ہو عن ابن عمر كذا العمال

جلد ۸ ص ۲ سنن دارقطنی جلد ثانی)

ترجمہ معجم کبیر طبرانی اور سنن بیہقی اور سنن دارقطنی میں حدیث ہے کہ جس نے حج کیا پھر زیارت کی میری قبر کی میری وفات کے
 بعد وہ ہوگا مثل اسکے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی ہے (اور یہ حدیث کنز العمال جلد سوم ص ۱۸ میں بھی ہے)
 (۳) مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي رَعْدَ هَبْ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو كَذَا الْعَمَالِ جُلْد ۸ ص ۲ سنن دارقطنی جلد ثانی۔
 ترجمہ ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث بیان کی ہے کہ حضرت نے فرمایا جس نے
 میری قبر کی زیارت کی اسکے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اسی۔

(۴) مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِينَةِ مُتَحَسِّبًا كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ہب عن انس
 كذا العمال جلد ۸ ص ۲)

ترجمہ بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث روایت کی ہے کہ جس نے بامید ثواب مدینہ میں میری زیارت کی۔ میں
 اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہو جاؤں گا قیامت کے دن رانتی یعنی گواہ نیکوں کے اور شفاعت کرنے والے
 گنہگاروں کے۔

(۵) مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِي فِي سَجْدَتِي كَبَيْتٍ لَهُ حُجَّتَانِ مُبَرُورَتَانِ (الذہبی عن ابن
 عباس كذا العمال جلد سوم ص ۲)

ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ فرمایا اس حضرت نے جس نے قصد کیا کہ کا پھر قصد کیا میری زیارت
 کا میری مسجد میں اس شخص کے لئے دو حج مبرور و قبول لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ حج مبرور وہ حج ہے جو پاک ہو محرمات و ممنوعات شرعیہ سے اور یا و سحر کو اس میں دخل نہ ہو۔ اور حقیقت میں حج مبرور وہی ہے جو

(١٧) مَنْ زَارَقَ بَرِي كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا أَوْ مِنْ مَمَاتَ فِي أَحَدِي الْأُمَمَيْنِ بَعَثَ اللَّهُ هُنَّ الْأُمَمَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ط) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (ر) كَثَرُ الْعَمَالِ جِلْدُ سَوْمِ (م)

تشریح: البوداؤ و طلیسی اور متقی حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اسکی شفاعت کرنے والا اور گواہ ہوں گا۔ اور جو شخص حرم مکہ یا حرم مدینہ میں رہے گا قیامت کے دن اللہ کو غضب سے امن میں رہنے والوں میں اٹھائے گا۔ (انتہی)

(۷) مَنْ رَأَى لَجْدَ مَوْتِي كَأَنَّهُ زَادَنِي فِي حَيَاتِي وَمَنْ مَاتَ بِأَحَدِي الْحَرَامِينَ بُعِثَ مِنَ الْأَمِينِينَ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ (ابن قانع هب عن حاطب ابن الحارث - كثر العمال عليه يومئذ سنين وارتفعن جلدناني)

مترجمہ سہیفی شعبہ الامان میں اور ابن قانع حدیث روایت کرتے ہیں کہ جس نے میری زیارت کی میری وفات کے بعد نو گناہوں نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ اور جو مسلمان مرے حرم مکہ یا حرم مدینہ میں توقیرت کے دن غذا سے امن والوں میں اٹھایا جائیگا۔ (انتہی)

(٨) مَنْ زَارَنِي مُتَعَدًّا كَانَ فِي حَوَارِي يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَمَنْ سَكَنَ بِالْمَدِينَةِ وَصَبَّحَ عَلَى بَابِهَا كُنْتُ
لِلَّهِ شَهِيدًا وَسَفِينًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ مَاتَ فِي أَحَدَى الْكُحَمَيْنِ لَبَّيْتُ اللَّهَ مِنَ الْأَمِينِينَ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ رَوَاهُ عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ الْخَطَّابِ كُنْزُ الْعَمَالِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَابُ الْأَسْتِجَارِ

سوال ایک عورت نے اپنے صغیر و فقیر بچے کو جب کہ وہ چھ دن کا تھا دو دھپلانا شروع کیا اور مدتِ رضاعت تک پلائی اور اسے پرورش کرتی رہی۔ جب وہ حضانت کی حد سے نکلا۔ تو صغیر کو اس کا باپ اپنے پاس لے گیا۔ پس تفسر سے کہ صورت مذکورہ میں عورت مذکورہ اجرتِ رضاعت و حضانت صغیر مذکور کے باپ سے لینے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور بیاعت آنک صورت مذکورہ عقد اجارہ واقع نہیں ہوا۔ استحقاقِ اجرت میں کوئی قدر پیدا ہو سکتا ہے یا نہ؟ اور مرضی مدتِ استحقاق میں قاصر تو نہیں ہے؟

جواب صورت مسئلہ میں عورت اجرت کی شرطاً مستحق ہے۔ اجرتِ رضاعت و حضانت کے استحقاق کیلئے عقد اجارہ کی ضرورت نہیں۔ وہ محضون کے باپ سے اجرت لے سکتی ہے بجز الرائق میں لکھا ہے "و ظاہر کلامہم ان وجوب اجرة الوضاع لا يتوقف على عقد الاجارة مع الاكراه بل تستحقه بالارضاع مطلقاً بالعدة المذكورة"

اگر محضون کا کوئی مال نہیں ہے تو اس کا باپ مطالبہ الاجرة ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ "و علی المولود لہ ما زقہن و کسو تھن"

اور مرضی مدت سے یہ اجرت ساقط نہ ہوگی۔ جیسا کہ تحریر ہے:-
وفی کلی موضع حاز الاستیجار و وجبت النفقة لا تسقط" ا

خدمت

عبد اللہ الغنی (حضرت علامہ مولانا مولوی مفتی سیر غلام رسول الحنفی القاسمی الاقرسی عفا اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ)

یہ وہ کتاب ہے جس کا انتظار کرتے کرتے شائقینِ تحکیم گئے تھے۔ الحمد للہ کہ زبور طبع سے آراستہ ہو کر اس کا اول حصہ شائقین کے ماتحتوں میں جارہا ہے مولانا ظہور احمد صاحب گہڑی کی یہ معرکہ آرا تصنیف مرزا مکی کا طعنے بند کر دیگی۔ شائقین بہت جلد طلب فرمائیں ورنہ ایڈیشن ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت لاگت کے برابر صرف ۴۰ رمضان شریف کے اندر اس کی رعایتی قیمت ۳۰ ہوگی۔

پتہ - منیجر شمس الاسلام (جی ۱۰) پنجاب

تاریخ و عبرت

انتقام

جب بنی امیہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور اس بد نصیب خاندان کے تمام افراد چن چن کر ہلاک کر ڈالے گئے۔ خلافت عباسیہ کے تاجدار کامرانی اور اطمینان کے ساتھ حکومت کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے اور بنی امیہ کا کہیں نام و نشان نہ رہا۔ تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ اس کی ملکہ خیزران ولی عہد سلطنت کی والدہ ایک دن محل شاہی میں شان و شوکت سے بیٹھی ہوئی تھی کہ ٹوٹی نے آکر عرض کیا خدا ملک کو سلامت رکھے، ڈیڑھ پر ایک حسین عورت کھڑی ہے اور باریابی کی امید وار ہے۔ ہزار پوچھا۔ نہ پتہ بتاتی ہے نہ نشان۔ اور حسب نسب اور خاندان کا پتہ دیتی ہے۔ اور نہ کچھ کہتی ہے کہ باریابی کی عرض کیا ہے۔

عبداللہ بن عباس کی پڑپوتی زین بنت سلیمان جو خاتونان بنی عباس میں نہایت ذہین مانی جاتی تھی۔ پاس بیٹھی تھی۔ خیزران نے اس سے کہا۔ تم اس بارے میں کیا کہتی ہو۔ آنے دوں۔ زین نے کہا بلوایچھے کوئی اندیشے کی بات نہیں۔ اس مشورے کے بعد ٹوٹی کو بلانے کا حکم دیا۔ چند منٹ کے بعد اس ٹوٹی کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین اور خوب و گمر فلک زندہ اور شکستہ حال عورت شریف زادیوں کے انداز سے آئی۔ مگر خیزران کا سامنا ہونے ہی دروازے کے دونوں پٹوں کے درمیان ٹھٹک کر رہ گئی اور وہیں سے کہا۔

اے ملکہ عالم! آپ کی خدمت میں آداب عرض کر کے التماس ہے کہ میں بنی امیہ کے آخری تاجدار مروان بن محمد کی بیٹی خیزران ہوں یہ نام سننے ہی خیزران کے تن بدن میں آگ سی گئی۔ اور جھجلا کر کہا۔ کم تخت تیرے لئے سلام کا جواب۔ خدا تجھے غارت کرے۔ وہ کھڑی بھی تجھے یاد ہے جب ابراہیم بن محمد عباس کی لاش بے گود کن پڑی تھی۔ اور بنی عباس کی بوڑھی عورتوں نے تیری خدمت میں حاضر ہو کر التجا کی تھی۔ کہ اپنے باپ سے سفارش کر کے اسکے دفن کرنے کی اجازت دلوا دے لیکن بجائے ترس کھانے کے تو غلے میں انہیں مارنے دوڑی۔ گالیاں دیں اور اسے محل سے نکلوا دیا۔ خدا کا لاکھ شکر کہ اس نے اپنی نعمت تجھ سے چھین لی اور تجھے ذلیل و خوار کر کے اس حالت کو پہنچایا۔

خیزران کی زبانی یہ طیش کا جواب اور یہ کلمات غیض و غضب منکمر نہ نے بجائے اسکے کہ ڈرے یا مرعوب ہو زور سے ایک فہمہ لگایا۔ بولی۔ میں بہن آپ سے باہر نہ ہو۔ یہ تو بتلاؤ کہ میری بدسلوکی پر خدا نے مجھے جو ایذا دی ہے۔ ان میں سے کہیں کون سی پسند ہے جو میرے ساتھ کر رہی ہو۔ تم جو کہتی ہو یہ ہے خدا کی قسم میں نے یہ ہی کہا تھا۔ اور خدا نے اسکی سزا یہ دی ہے کہ مجھے ذلیل و خوار لگا بھوکا کر کے تمہارے سامنے لا دیا ہے اس وقت تم نے میرے اس سلوک پر جو صبر و شکر کیا اس کا تمہیں یہ انعام ملا کہ تم آج ملکہ عالم ہو۔ اور میں تمہارے سامنے عاجز و خوار بنی کھڑی ہوں

انتا کہتے ہی مرنے لے کہا وہ بن خدا حافظ جاتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر چلی کر نکل جاتے ان باتوں کا خیر ان کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ بے تحاشہ دوڑی۔ پیک کے روکا۔ اور چائے کا کھلے لگائے مگر مرنے نے روکا اور دونوں ہاتھوں سے الگ کر کے کہا۔ میں اس قابل نہیں کہ تمہارے جیسی ملکہ مجھے گلے لگائے میرے کپڑوں سے ایسی تعفن آ رہی ہے۔ کہ آپ کا دماغ خراب ہو جائیگا۔ یہ سن کر خیر ان نے ٹوٹیوں کو حکم دیا کہ فوراً انہیں حمام میں لے جا کر غسل کرواؤ۔ اور شانہ لباس پہنا کر میرے پاس لاؤ۔ حکم کی دیکھی۔ ٹوٹیوں نے لے جا کر مرنے کو حمام کر دیا۔ نہایت پر تکلف کپڑے پہنائے اور عطر میں سب کر کے آئیں۔ خیر ان صورت دیکھتے ہی اس سے پٹ گئی اور پھر اپنے برابر مسند پر بٹھا کر چھپا دسترخوان چھائوں۔ مرنے نے صاف صاف کہا آپ پوچھنی کیا ہیں۔ شاید مجھ سے بھوکا آپ کے سارے محل میں نہ ہوگا۔ فوراً دسترخوان بچھایا گیا۔ قسم قسم کے کھانے جن دئے گئے۔ اور مرنے نے خوب سیر ہو کر کھیا۔ طوائفوں نے ہاتھ دھلائے جب ہر طرح کی فاطوری سے فراغت ہوئی۔ تو خیر ان نے کہا، کہ میں اب تباہ و تہا را خبر گیر کون ہے۔ بولی خبر گیر جو کچھ قربت ہے اسی گھر سے ہے اس کے سوا میں ساری دنیا میں کوئی عزیز قریب نہیں رکھتی۔ یہ جواب سن کر خیر ان بولی۔ پھر تم نہیں رہو۔ چلو اپنے محل تمہیں دکھاتی ہوں۔ جو پسند ہوئے۔ اس تجویز کے مطابق مرنے کو ایک پر فضا وسیع اور خوبصورت محل رستے کو دیکر اور اسی میں ہر طرح کا سامان زندگی فراہم کر کے کہا بن تم یہاں آرام سے رہو سہو۔ اور آج سے تم میں بننا ہو گیا۔ جب تک جیتے رہے ساتھ نہ چھوڑینگے مرنے نے شکریہ ادا کیا۔ خیر ان اسے محل میں چھوڑ کر واپس آئی اور دل میں کہنے لگی۔ کبھی اس عورت کی جو شان و شوکت تھی وہ ایک دنیا جانتی ہے۔ لیکن زمانے نے سروسہری کی۔ اور یہ دل شکستہ ہو گئی۔ اب اس کے دل کی کلفت صرف دولت اور سہاری سے دور ہو سکتی ہے۔ یہ خیال کر کے پانچ لاکھ درہم اس کے پاس بھجوا دیئے۔

خیر ان ان کاموں سے فارغ ہو کر بھیجی ہی تھی۔ کہ اس کا صاحب تاج و تخت شوہر مہدی آگیا۔ اور حالات پر چھنے لگا۔ خیر ان نے مسکرا کر مرنے کے عجیب واقف کی داستان خلیفہ کو سنائی شرمشک کی۔ میرے طلعتہ دینے پر وہ موقعہ مار کر سنسی اور بولی۔ کہ میں نے توجہ کیا تھا اسے اس کا بدلہ پایا۔ اب تم بھی میرے جیسا سلوک کر کے خدا سے ایسا بھی بدلہ پا جاتی ہو یہ کہ کر وہ جلی گئی۔۔۔۔۔ خیر ان میں بین ناک کہنے پائی تھی۔ کہ مہدی کو زیادہ سننے کی تاب نہ رہی بات کاٹ کر بولا۔ افسوس، کہ خدا نے تم کو ان نعمتوں کا شکر گزار ہونے کا موقع دیا تھا۔ لیکن وہ موقع تم نے ہاتھوں سے کھو دیا۔ اگر تم نے اپنی محبت سے میرے دل میں گھرنے نہ کیا ہوتا۔ تو تم کو اس حالت میں سخت سزا دیتا۔ اور کبھی زندگی بھر تم سے بات نہ کرتا۔ خیر ان نے کہا یا امیر المومنین آپ نہیں تو سہی میں نے اس کی بے انتہا خدمت کی۔ اور حتی المقدور اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اور پانچ لاکھ درہم اسکے اخراجات کے لئے بھیجے۔ اور اب وہ مشرقی محل میں خوشی غم قیام ہے۔ یہ سنتے ہی مہدی نہایت خوش ہوا۔ اور خیر ان کے حسن سلوک کی تعریف کی۔ اور اسی وقت اپنے خادم کو بلا کر حکم دیا۔ کہ اسی وقت تو

اشرافیوں کا توڑ امیری طرف سے بھی دے آ۔ میرا اسلام پہنچا کر کہنا کہ ہنہاری خدمت کر کے جس قدر میں آج خوش ہوا ہوں۔ کبھی زندگی بھر نہ ہوا تھا۔ ہنہاری قدر و منزلت کرنا امیر المؤمنین پر فرض ہے۔ اور اگر ہنہاری ناراضگی کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو خود ہنہارے پاس اپنا چیمبر دیدیے کہ حاضر ہوتا۔ جب مرنے کو یہ پیام ملا۔ خود خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ادب سے سلام کیا۔ خیزران کے حسن سلوک اور نیک نیتی کی تعریف کی۔ اور کہا کہ بھلا میں اپنے شریف النفس آقا سے کیسے ناراض ہو سکتی ہوں۔ اگر آپ مجھے نوڈیوں میں مقرر فرمادیں تو میرے لئے باعث فخر ہے۔

مہدی اس بات پر بہت خوش ہوا اور نہایت عزت کے ساتھ اس کو اسکے محل میں پہنچایا۔ اس کے بعد مرنے ہمیشہ خیزران کے ساتھ رہی۔ یہاں تک کہ مہدی کے سفر آخرت کے بعد اس کے لئے ہادی کے عہد خلافت میں بھی اسی سے واسطہ نہ دی۔ پھر جب خیزران کے دوسرے اقبال مند فرزند مارون الرشید کا عہد شروع ہوا۔ تو وہ بھی مرنے کی بڑی خاطر برداشت کرتا رہا۔ جو عزت تمام ہاشمیہ اور عباسیہ خاندانوں کی تھی۔ وہ مرنے کی بھی تھی۔ اور خلافت رشید کے اوائل میں جب مرنے کا انتقال ہوا تو رشید اس کے خباڑے پر رازدار رہا۔ اور اس کو گرفتار سے شاہی قبرستان میں دفن کیا۔ انقلابات عالم نے صدما ایسے واقعات پیش کئے ہیں جو یادِ عبرت ہیں۔ اور جن کو دیکھ کر بڑے بڑے سنگدل لوگوں کے دل تھرا اٹھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہمارے دل ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ ہمیں کسی چیز سے عبرت حاصل نہیں ہوتی۔

ماخوذ

(ماہ رمضان المبارک میں تبلیغی کتاب دینی خزانہ کا ملاحظہ)

کتابوں کی قیمتوں میں تخفیف رعایت

ماہ رمضان المبارک کے اجلال و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس ماہ میں بعض تبلیغی کتابوں کی قیمتوں میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ تاکہ غریب طلبہ و مفلس شائقین اس رعایت سے مستفیض ہو سکیں۔ ان کتابوں کی قیمتیں پہلے بھی لاگت کے برابر مقرر کی گئی تھیں مگر اب مزید تخفیف کی جاتی ہے ماہ رمضان کے بعد یہ رعایت نہ ہو سکیگی۔ اس سوال تک حسبہ فرمائشی خطوط وصول ہو گئے، ان کی تعمیل رعایتی نرخ پر کیا گیا۔

کتاب و مرتب	اصل قیمت	رعایتی قیمت	کتاب و مرتب	اصل قیمت	رعایتی قیمت	کتاب و مرتب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
تحریر قادیان	۷	۱۳	آفتابِ ہدایت	۷	۱۳	مشرق کتب	۱	۱
برق آسمانی	۸	۱۴	کشف التلبیخ حصہ اول	۱۴	۱۴	خیر جاری	۱	۱
مباہلہ کتب	۸	۱۶	حصہ دوم	۱۴	۱۶	فاکری مذہب	۲	۲
قادیان بزم شمس اسلام	۱۴	۱۶	کشف الغطاء	۱۴	۱۶	کتب التزویج	۲	۲
ہدایات القرآن	۱۳	۱۴	حقیقت شیعہ	۱	۱	قرۃ عطف للامام	۱	۱
						مذکرہ شاخ مجوہ	۱	۱

پتہ منیجر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

سیاحتِ خیرال کا ایک تاریخی نظارہ

(آزاد زادہ غلام احمد خان صاحب لکھنؤ)

ماہِ ربیع الثانی ۱۳۵۷ مطابق ستمبر ۱۹۳۸ء حب فرمان اعلیٰ حضرت مہتر صاحب خیرال غلہ اللہ ملکہ و حیات ریاست خیرال کی سیاحت کا موقع ملا چند ایک دن بہرکاب آنحضرت بجاہ شمال گرم چشموں کو روانگی ہوئی۔ دو پہاڑوں کے درمیان ایک درہ میں جس کو (لٹ کو) کہتے ہیں۔ اور جس کے درمیان ایک چالیس پچاس فٹ چوڑا دریا سفید اور براق نہایت تیزی سے مشرق رو بہ جاری ہے ایک شب وہاں رہ کر دوسرے دن منزل مقصود پر پہنچ کر چشموں کے نزدیک سچتہ والا بوں پر بنے ہوئے مکانات میں اقامت اختیار کی۔ وہاں سے جانب غرب نصف میل کے فاصلہ پر مشہور مبلغ ندب اسماعیلیہ ناصر خسرو کی قیام گاہ کو جو ایک غار کی شکل میں ہے جمعیت مجتبیٰ ہمایوں قصوری سابق پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور ملاحظہ کے لئے چل پڑے، ایک کلڑی کے پل کو عبور کر کے ایک چھوٹے سے باغ میں پہنچے جو زیادہ سے زیادہ ایک کنال کے رقبہ میں واقع ہے اس موقع پر ہم نے اپنے محترم رفیق ہمایوں کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی تقلید کرتے ہوئے اپنا مقدمہ بنایا جس سے باغیچہ میں داخل ہوتے ہی حاضر الوقت چھوٹے بڑے بچاریوں کو جو ایک درجن کے قریب تھے سلام علیک باعلیٰ مدکر دیا کر بند بھنس باہمجنس پرولہ کے مطابق انہوں نے بھی مولاعلیٰ مدد سے جواب دیا۔ وہاں سے چند قدم آگے جا کر باغیچہ کے دوسرے صحن میں پہنچے جہاں ایک مختصر والا اور ایک مقفل کمرہ تھا جسکو معمولی خدمت کے بعد بچاریوں نے بالخصوص ہمایوں کو اسماعیلی مولائی سمجھ کھولا اس میں بجانب غرب ایک مقفل طاقتور تھا۔ وہاں کے جملہ اسماعیلی روافض کے عقیدہ کے مطابق اس میں ناصر خسرو زندہ غائب تھا ہے ظور مہدی کے وقت وہ بھی دوبارہ وہاں سے ظاہر ہوگا۔ طاقتور کا درجہ کھوسنے پر معلوم ہوا کہ اس میں ایک بوہے کا بیجہرہ ہے اور ایک سیاہ رنگ کا پتیل کا چراغ اور ایک معمولی چھوٹا سامیہ بھی تھا جو کسی قریبی زمانے کا معلوم ہوتا تھا۔ ناصر خسرو پانچویں صدی ہجری میں ندب شیعہ اسمعیلیہ کا داعی نکل آیا تھا۔ اسکی آمد کو سارے آٹھ سو برس گزر چکے ہیں۔ خیرال کا تمام شمالی حصہ جو بختان سے ملتی ہے خسرو ند کو کی بلعدانہ تبلیغ کا شکار ہو کر سوائے لفظ سلام اور نام اسلام کے کچھ بھی تعلیمات اسلام سے منہ نہیں رکھتے۔ ایک ہفتہ کی سیاحت کے بعد خیرال میں واپسی ہوئی۔ نو وہاں کے چشم دید حالات کو فوری کی مختصر نظم میں قلمبند کر کے بذریعہ رسالہ شمس الاسلام ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ اگر کسی وقت کسی محسن کو پسند آئے۔ تو شاید کتاب تاریخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی کے (آئینہ حقیقت) کے کسی ورق پر اس کو جگہ دے کر کچھ اضافہ کر دے۔۔۔۔۔

(دھڑے) بہرائی نس مہتر خیرال کی زبانی معلوم ہوا کہ دیوان ناصر خسرو میں ایک شعر یہ بھی درج ہے۔

ازیم سگان بو خفیفہ | محصور شدہ بکوسہارم

میری پسندیدہ نظم میں ایک جگہ اسی مرقومہ شعر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، نظم مذکورہ حسب ذیل ہے ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

چترال کی خطہ نیرزست	والی آن صاحب تمیزت	دیئے رواں بیابان تخت نش
جاری اپوں اتقامی تخت نش	آن حضرت شاہ ناصر الملک	ذی لطف و کرم جو صاحب ملک
ماں جمہ بھر کا ب والا	فقیم معش بملک بالا	در درہ کہ نام دوست لٹ کو
آنجا ست قیام گاہ خسرو	در شرق او چشمہ گمندی	پیرانش سبز بائی نر مند
شہر چار سو کوہ و کوہ سارہ	در دانش آب و آبشارہ	کر دیم حک جملہ واسمہ را
دیدیم بر چشم خود ہمہ را	غارے کہ پناہ ناصر ہی بود	محفوظ چو سد سکندری بود
آریغ مجاہدیں رمیدہ	در غار چوں ہوشکے خریدہ	آن شرک الحاد قاطمین
آن دعوت شان مصر تاجین	در شام و یمن عراق و ایران	تایت گلگت و بخشاں
حتی کہ خیرال ہم نمازہ	از آمد آن خدائے راندہ	تعلیم حسن بن صباں
آوردہ بلخ بایں نواخش	اکی کاش ہلاک گشتہ	ایں شرک جانی کثرتیہ
از رسم قبیلہ کفر افرا	کو کردہ دریں نواح پیدا	از دیدنش سیلاب وارم
یعنی کہ غین و ناقراں	منجملہ کہ آن لیم گفتہ	یک شعر ندیل می نگارم

ازیم سگان بو خفیفہ | محصور شدہ بکوسہارم
زینگونہ از فحش او مرتب | دیوان شدہ یکے مرتب | شدہ شکر اگر نہ مردہ بودے

گاہے بہ کلام رفتہ بودے	از دل و ذوالفقار گفتے	نازل زربِ غفار گفتے
از قنبر و خدیش سرودے	یک جلوهٔ رصاش نمودے	گفتے ز نفسیکہ بچگون است
در کسوت بندگی ہوں است	ز راق و مشکاک عالم	بس حیدر ادر فضائی عالم
از فرش تا عرش ہر ہشتند	در پنچہ او اسیر و پستند	پس سر بہ سر کرد آرجہالت
معدوم در ورطہ ضلالت	از سادہ لوحی و ضدہ اکبر	از دین متین گشتے منکر
نئے علم ز حال ماضیانہ	نئے خواندہ یکے ز فاضیانہ	چوں علم تارخ نخران دانند
از نفس خود رائے میچالند	این فضل آں زوال بجلال	صاحب سر صریح کمال است
ز ایمان کفرین گشتے	اوستاد ملک ترشد گشتے	بادابہ عروج عز و جہش
با دولت و عمر و نوحہ گاہش	مشرور انصاریا پیکاہش	متفہور اثر ارغزل خواہش
ایش معرکہ بادستد امش	معدوم بدخواہ بد لگامش	جاوید این نخت خسروی باد
بزمہ قرآن غالب و قوی باد	پائندہ قباے منتری باد	تا بانہ کلاہ ناصری باد

کہ دائم در بخت و خوشی باد خوش وقت خوشدل و بنگش باد

لہ کلام در اصل اہل علم کے ساتھ کلام ایک علاقہ ہے یاغستان کا جو مغولہ از کوستان ایک آزاد قوم ہے جسیر سبیل والی صوآ
خونیری کے ذریعہ بروز شمشیر قبضہ کرنے پر تیار ہوا ہے جسیر و لیل ایشٹالاکرتہ نظامر خاموش ہے جسکی تعبیر یہ
رموشی معنی دارد کہ در گفتن نے آید (غلام محمد خان بنگش)

”نور“ علمی، ادبی، اخلاقی، تفریحی، صنعتی، و تجاری مجلہ ماہانہ
سالانہ چندہ ایک روپیہ، نمونہ مفت منگوئیے،
ناظم مجلہ ”نور“ جالندھر شہر

معراج نبوی پر مذاہب باطلہ کی گرفت

خالق ارض و سما نے اپنے مدنی و مکی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ کائناتِ ماضی و سماوی کا سیر کرایا۔ رات کے ایک حصہ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آیاتِ جنت و دوزخ اور آسمان کے عجائبات کا ملاحظہ کرایا۔ آفاق نے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ تو قریش مکہ کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے بسر واری و جہل اس واقعہ کو خلافِ عقل قرار دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی دوسرے گروہ یعنی مومنین کے سردار سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی تصدیق کر کے صدیق اکبر کا لقب بارگاہِ رسالت سے حاصل کیا۔ جسمِ خاکی کے ساتھ رات کے ایک حصہ میں آسمان کے عجائبات کا سیر کرنا از روئے عقل محال سمجھنے والوں کے لئے بارگاہِ خداوندی سے ارشاد ہوا۔

سبحان الذی اسما علیٰ عبیدہ
لیلا من المسجد الحرام الی المسجد
الاقصى (الآیت)

وہ ذاتِ حبیب نے اپنے بندے کو رات کے ایک حصہ میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرایا اور وہ قسم کے نقص عیب اور عجز و غیبرہ سے پاک ہے (یعنی انسان اگر آسمان پر نہیں جاسکتا وہ اگر مجبور اور عاجز ہے تو خداوند کریم تو قادر مطلق اور عریب سے پاک ہے خداے جاسکتا ہے اور خدا ہی لے گیا۔ لہذا اس میں محال کون ہے) مسجدِ اقصیٰ کے ماحول کو ہم نے برکت والا بتایا ہے

منکین معراج ہر رنگ میں ہر زمانہ میں موجود ہے۔ بعض نے صرف معراجِ سماوی کا انکار کیا۔ بعض نے اسری کو کو فقط خواب کا واقعہ قرار دیا۔ بعض نے اس کو ایک قسم کا روحانی کشف بتلایا۔ غرض جملہ منکین نے عقلِ انسانی کے مقابلہ میں آیاتِ رب العالمین کو جھٹلایا۔ خدا کے قادرِ مطلق ہونے کا دبے لفظوں میں انکار کیا۔ عہدِ حاضر میں بھی میرزا غلام احمد قادیانی اور سرسید احمد خان نے معراجِ جہانی کا انکار کر کے جو جہلی سپرٹ کا اظہار کیا۔ مگر تیرہ سو سال میں کسی ملحد اور کسی گمراہ کو یہ ہمت نہ ہوئی۔ کہ معراج کا سرے سے ہی انکار کر دے یہ فخر غایت اللہ مشرقی کو ہی بارگاہِ عزیزی سے حاصل ہونے والا تھا۔ واقعہ معراج و اسرار کی عجیب و غریب تاویل اپنے ٹرکیٹ "مولوی کاغذِ غلط" کے صفحہ پر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:-

در رسول خدا صلعم کو علم کا معراج اسی مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر و سیاحت کے ضمن میں حاصل ہوا اسی تجارتی کاروبار کے سلسلے میں ان کو خدا کی آیتیں دکھادی گئیں لہذا وہ مناجات کا سامان اسی وقت ہاتھ دیا تھا۔ علمہ مستند ید القوی کی تصویر اسی مشاہدے نے پیدا کر دی تھی۔

گویا ملحد مشرقتی کے نزدیک جس واقعہ کا انکار ابوجہل نے کیا تھا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حسب تصدیق کر کے بارگاہ رسالت میں تقرب حاصل کیا تھا، اور حسین عظیم الشان واقعہ کرب العلین نے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کے لئے مسیحجان الذی اسوی کے مقول الفاظ کے ذریعہ منکرین کے شہادت کا قلع نفع فرمایا تھا وہ صرف ایک سیر و سیاحت تھی جو تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی۔ اور سیر و سیاحت کے ضمن میں ہی آیات رب کا ہر جگہ مشاہدہ فرمایا۔ مگر تعجب ہے کہ ابوجہل نے ان حقائق کا انکار کیوں کیا۔ کیا ابوجہل کو معلوم نہ تھا۔ کہ دعوے نبوت سے قبل تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام کی طرف تشریف لینگے تھے پھر رب العالمین کو اس واقعہ کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر اس سیر و سیاحت کو فضیلت قرار دیا جائے۔ تو ایسی فضیلت اور ایسے معراج سے ہزارا درجہ بڑھ کر فضیلت اور معراج فرنگی کو حاصل ہو چکا ہے مونٹ ایورٹ کی چڑھائی کی مہم کو سر کرنے والے فرنگیوں نے مظاہر قدرت کا درجہ بازیاہ مطالبہ کیا۔ صرف شام کی سیاحت کو اگر معراج کا نام دیا جاسکتا ہے تو دنیا بھر کے بحر و بر کو طے کر نیوالے فرنگیوں کی سیر و سیاحت کو کون سا نام دیا جائیگا۔ غالباً مشرقتی اسی لئے فرنگیوں کو اصلی ہونے ناجی ابراہار صلحا اور اولیاء اللہ قرار دیتا ہے (ملاحظہ ہو تذکرہ عربی)

شیعوں کا عقیدہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس نو فرہ معراج کے متعلق شیعوں کے خیالات بھی درج کر دیں۔ تاکہ معراج کا جو تصور شیعوں کے دماغ میں ہے وہ بھی آشکارا ہو سکے ہم اس موقع پر نو شیعوں کے فرقہ علیاویہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علی کا سنبہ

مانتے ہیں۔ اور علی کو رب قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو توضیح المقال باب اثبات فصل ثانی مطبوعہ ایران ص ۱۱۱ زعموا ان محمد اصلی اللہ علیہ وآلہ عبد علی وعلی علیہ السلام ہو سب اسی طرح شیعوں کے فرقہ غمریہ کے عقائد کا بھی ذکر کرنا ہمیں مقصود نہیں کیجئے متعلق تذکرہ الامم مطبوعہ ایران ص ۱۱۱ میں درج ہے کہ

غریب گنید خدا جبرائیل راعلی ابن ابی طالب فرستاد و او غلط کردہ بحجہ سدرت از آنکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بود شل غراب ہم اس جگہ صرف فرقہ شیعہ اثنا عشریہ کے معتقدات کا ذکر کریں گے۔ جو کہ تمام ہندوستان میں پایا جاتا ہے شیعوں کی معتبر کتب کے حوالوں سے ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ شیعوں کے خیال میں معراج نبوی محض ایک بہانہ تھا رب العالمین کو نشان مرقضوی دکھانا مقصود تھا۔ شیعہ اکابر نے اس رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا انکار کر کے اپنے مزہب کی خصوصیات کو قائم رکھا۔

(۱) ماضل صاحبکہ و ماغوی و در روایات بسیار وارد شدہ است کہ یعنی محمد مگر اہ نہ شدہ است در باب خلافت علی و در روایت نہ گوید آچہ در فصل اوے گوید الخ حیات القلوب جلد ۲ باب ۲۴ ص ۲۹۲

مترجمہ اور بہت سی روایتوں میں آیا ہے کہ ہمارے محمد غیب علی کی خلافت کے بارہ میں گمراہ نہیں ہوئے اور جو کچھ

ان کی فضیلت میں فرماتے ہیں وہ جھوٹ نہیں ہے۔

(۲) فاضل الیٰ عبدہ ما اوحیٰ ودر احادیث معتبرہ بسیار وارد شدہ است کہ یعنی در امامت امیر المؤمنین و رشتہ داران او و وحی کرد آنچه وحی کرد (ایضاً ص ۲۶۲)

ترجمہ پس وحی کی خدا نے اپنے بندہ کی طرف جو وحی کی۔ اور بہت سی معتبر حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ وحی جناب علی کی امامت اور ان کے شان و کمال کے بارہ میں ہوئی تھی۔

(۳) آنحضرت صلعم کو ایک سو نیاں دفعہ معراج ہوئی ہے اور ہر دفعہ حضرت رسول صلعم کو جناب علیؑ اور دوسرے ائمہ کرام کی ولایت و امامت کے بارہ میں تمام فرائض سے بڑھ چڑھ کر تاکید ہوئی۔ اگرچہ دوسری جگہ مروی ہے کہ معراج دو دفعہ ہوئی ابن بابویہ و صفار و دیگران بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ حق تعالیٰ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را صد و سبست مرتبہ با آسمان برزند و در ہر مرتبہ آنحضرت را در باب ولایت و امامت امیر المؤمنین و سایر ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین زیادہ بر سائر فرائض تاکید و مبالغہ نمود (ایضاً ص ۲۶۲)

(۴) شیخ کرملی نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ شب معراج میں خدا تعالیٰ نے مجھے آواز دی کہ اگلے انبیا سے پوچھو کہ کس امر کے لئے مبعوث ہوتے رہے جب میں نے ان سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم سب آپ کی رسالت اور جناب علیؑ ابن ابی طالب کی اور دوسرے اماموں آپ کے فرزندان کی امامت کے لئے مبعوث ہوئے تھے پھر خدا نے مجھے وحی فرمائی کہ ذرا عرش کے دائیں طرف کو دیکھو۔ جب دیکھا تو علیؑ و حسن و حسین و علی بن الحسین سے لیکر مہدی آخر الزمان تک سب کی صورتوں کو دیکھا کہ ایک نور کے دریا میں کھڑے نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ پھر خدا نے فرمایا کہ یہ ہیں میری طرف سے میری مخلوق پر حجت اور میرے دوست اور نزدیک۔ اور مہدی جو سب سے آخر ہیں میرے دشمنوں سے انتقام لینگے۔

و چون نظر کردم صورت علی و حسن و حسین و مہدی صاحب الزمان صلوات اللہ علیہم را دیدم کہ در دریا نواز نماز میکردند۔ پس حق تعالیٰ گفت کہ ایں ہا محبت ہائے من و اولیا و دوستان من اند و مہدی کہ آخر انبیا است انتقام خواہد کشید از دشمنان من (ایضاً ص ۲۶۲)

(۵) پسند معتبر ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جب میں معراج کو گیا۔ ملائکہ کے جس گروہ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے علی ابن ابی طالب کی احوال پرسی کی۔ یہاں تک کہ مجھے شک ہوا کہ آسمانوں میں تو علی کا نام میرے نام سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ اور جب چوتھے آسمان پر پہنچے اور ملک الموت کو دیکھا۔ اس نے کہا اے محمد جو بندہ بھی خدا نے پیدا کیا ہے میں اس کی روح کو قہن نہیں کرتا ہوں جب تک آپ اور علیؑ علیہ السلام موجود ہوں میں نے عرش کے نیچے علی بن ابی طالب کو دیکھا کہ کھڑے ہیں۔ میں نے کہا اے علیؑ تم مجھ سے پہلے پہنچ گئے؟ جبرائیل نے کہا اے محمد کس سے

بات چیت کر رہے ہو؛ میں نے کہا اپنے بھائی سے، جبرئیل نے کہا اے محمدیہ علی نہیں ہیں۔ بلکہ ملائکہ جن میں سے ایک ملک ہے جسکو خدا نے علی کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور ہم ملائکہ مقرب جب کبھی علی کے دیدار کے مستحق ہوتے ہیں تو اس فرشتہ کو دیکھ لیتے ہیں۔

”فرمود کہ چون بہ معراج رقم بہ بیچ گروہ از ملائکہ نہ رسیدم مگر از من سوال کردند از علی ابن ابیطالب علیہ السلام تا آنکہ گمان کردم کہ نام علی در آسمان از نام من مشہورتر است انھم ایضا“^{۲۷} و فی الجوامع عنہا حرامہ علی روح ان تفارق جسدہا حتی تری محمد او علیاً تفسیر صانی زیر آیۃ وان من اهل الکتاب الا یؤمنن بہ قبل موقہم

(۲۷) کتاب معراج ابن بابویہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ شب معراج میں جب میں پانچویں آسمان پر پہنچا۔ جناب علی بن ابی طالب کی صورت کو اس جگہ دیکھا۔ جبرئیل سے پوچھا دوست! یہ کیا صورت ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ فرشتوں نے خواہش کی تھی کہ علی کے جمال سے بہرہ اندوز ہوں جس طرح کہ نبی آدم صبح و شام ان کے جمال سے ہوتے ہیں۔ اس پر خدا تعالیٰ نے اپنے پاک نور سے ان کی صورت پیدا فرمادی۔ اور علی کی صورت ان کے پاس ہے۔ کہ رات دن اسکی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا امام صادق علیہ السلام نے کہ جب ابن الجهم ملعون نے آنجناب کے سر مبارک پر ضرب لگائی۔ تو اس ضرب کا نشان اس مقدس صورت پر بھی نمودار ہو گیا۔ ملائکہ جب کبھی اس صورت کو دیکھتے ہیں تو ابن الجهم پر لعنت کرتے ہیں اور جب امام حسین بن علیؑ شہید ہوئے تو ملائکہ زمین پر اتر آئے اور آنحضرت کو آسمان پر لے گئے تاکہ ان کو بچا دیں۔ آسمان میں علی کی صورت بنا کر رکھیں۔ پس جو ملائکہ کی فوج زیارت علیؑ کیلئے آسمانوں سے اترتی ہے اور اوپر کو واپس جاتی ہے اور امام شہید کو خون آلودہ دیکھتے ہیں تو ابن زیاد و تمام قاتلان حسین بن علیؑ پر لعنت بھیجتے ہیں اور یہ امر قیامت تک برابر جاری رہے گا۔ راوی راعیشی کہتا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہ حدیث از محمد علوم و اسرار مخفی کے ہے۔ جب تک اس کے سننے کے لائق کوئی نہ ملے اس کو روایت نہ کرنا۔

در چوں حسین بن علی شہید شد ملائکہ فرود آمدند و آنحضرت را با سمان بردند تا اور البصورت علی در آسمان چہم فرود آید (۲۸) اور امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت صلعم نے نماز عشاء میں پرا دکی تھی۔ اور پھر آسمانوں کی طرف چڑھ گئے تھے۔ اور صبح سے پہلے زمین پر لوٹ کر آ گئے۔ اور صبح کی نماز میں ادا فرمائی۔ ”چوں بہ زمین آمدیم آنچہ دیدہ بودم۔ علی مرا خبر دے داد انھم حضرت رسول نماز خفتن را در زمین کرد و بر ملکوت عروج نمود پیش از صبح بہ زمین برگشت و نماز صبح را در زمین ادا کرد۔ ایضا“^{۲۸}



تقید و تبصرہ

خضر اس نام کا ایک طبی اخلاقی و ادبی ماہنامہ زیر ادارہ ڈاکٹر نور محمد صاحب ایم بی جی ایم، گجرات سے جاری ہوا ہے حجم ۷ صفحہ ساٹھ ۲۲x۱۸ طبعات و کتابت عمدہ ہے۔ سالانہ چندہ پندرہ اس رسالہ میں ہومیوپیتھک طریق علاج پر روشنی ڈالی جاتی ہے علاوہ ازیں دلچسپ تاریخی و ادبی مضامین ہوتے ہیں، منگوانے کا پتہ (مینجر رسالہ خضر متصل لال نقیہ گجرات)

و اعظ قرشی بک ڈپو فاروق گنج لاہور کی طرف سے اس نام کا ایک مفید علمی و تبلیغی رسالہ سہ ماہی شائع ہوتا ہے۔ جس میں اصلاحی، اخلاقی، و تبلیغی مضامین درج ہوتے ہیں۔ ماہ شعبان کا پرچہ ہمارے زیر نظر ہے۔ اس میں ماہ شعبان کی فضیلت لیلۃ البرات کی حقیقت۔ اولیاء اللہ میں سے حضرت خواجہ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور عام اصلاحی مضامین درج ہیں۔ چندہ سالانہ ایک روپیہ ملنے کا پتہ، قرشی بک ڈپو، فاروق گنج لاہور

روحانی عالم تحت ادارت میرزا محمود علی شفق سابق مدیر روحانی دنیا مراد آباد سے جاری ہوا ہے علم نجوم رمل اور جفر کے شائقین کیلئے اس میں دلچسپ اور ضروری معلومات درج ہوتے ہیں۔ اعمال و تعویذات بھی درج ہوتے ہیں۔ سہ ماہ کا زائچہ بھی دیا جاتا ہے حجم ۶ صفحہ تقطیع ۲۲x۱۸ ملنے کا پتہ (شجر روحانی عالم مراد آباد۔ روپنی)

راز زندگی اس نام کا ایک رسالہ تلونڈی موسیٰ خان سے سہ ماہی جناب محترم نیاز احمد صاحب صدیقی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے، رسالہ میں علمی، ادبی، طبی و صنعتی مضامین درج ہوتے ہیں۔ رسالہ سہ ماہی سے دلچسپ ہے چندہ سالانہ ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ (مینجر رسالہ راز زندگی تلونڈی موسیٰ خان ضلع گوجرانوالہ پنجاب)

لقمان یہ ایک طبی رسالہ ہے جو سہ ماہ حکیم عبدالرحیم صاحب جلیل کی ادارت میں نظام آباد ضلع گوجرانوالہ پنجاب سے شائع ہوتا ہے طبی معلومات اور مہربان قابل اطباء کی طرف سے اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں حجم ۶ صفحہ تقطیع ۲۲x۲۰ طبعات و کتابت عمدہ ہے چندہ سالانہ ایک روپیہ فی پوچھنے کا پتہ مینجر رسالہ لقمان نظام آباد ضلع گوجرانوالہ پنجاب)

قائد مولوی سید اختر اسلام صاحب قاسمی کی ادارت میں اس نام کا رسالہ مراد آباد سے جاری ہوا ہے ماہنامہ مذکور علمی اور بلند پایہ مضامین کی بنا پر قابل قدر ہے نامور اکابر کی سرپرستی کا شرف حاصل کر چکا ہے، امید ہے کہ یہ رسالہ بہت ترقی کرے گا مسلمانوں کی سیاسی و علمی ترقی و ترقی پیدا کرنے کیلئے ایسے سال کا اجرا ضروری تھا۔ تقطیع ۲۲x۲۰ حجم ۶ صفحہ چندہ سہ ماہی سہ ماہی قائد صحافیانہ۔ مراد آباد۔ روپنی

الادب مدرسہ اشرف العلوم کان پور کی طرف سے مولانا ضیاء البقی صاحب کی ادارت میں چند ماہ سے اس نام کے ماہنامہ کا اجرا ہوا ہے اسلام کے داخلی قوتوں میں سے اہم قوتہٴ رفض کے اندر کی طرف سے کارکنانِ اسلام کی توجہ منقطع ہوئی ہے۔ چنانچہ شعبان کے پریم پیشگوئوں کے عقائد اور مسئلہ تبرا پر عمدہ بحث کی گئی ہے مگر ہمیں حیرت ہے کہ ”پرظہور ممدی“ کے متعلق تمام پیشگوئوں کے انکار کی کونسی ضرورت درپیش تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدیرِ جدیدہ مذکور نے اس معاملہ میں وسعتِ نظر سے کام لیا۔ اور خواہ مخواہ جمہور اہل سنت کو مطعون قرار دے دیا۔ بہر حال ماہنامہ مذکور ایک تبلیغی اور قابلِ قدر جریدہ ہے چند سالانہ عمارت ملنے کا پتہ

میں جریدہ الادب اشرف العلوم کان پور
(بجو - پی)

برہان ہندوستان کے اسلامی مرکز دہلی میں ندوۃ المصنفین کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوا ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد مغربیت و اتحاد کے سیلاب کے مقابلہ کیلئے بہترین اثر پھیلانے کرنا ہے۔ مذہبی و اخلاقی تعلیمات کو آسان طریقہ سے پیش کرنا۔ قرآن و سنت کی مکمل تشریح و ترجمہ عربی زبانوں میں کرنا۔ مشرقینِ یورپ کے اسلامی تمدن و تاریخ پر جملوں کا علمی و تحقیقی اثر کرنا ایسے امور ہیں۔ جن کا ذمہ ندوۃ المصنفین نے لے کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ اس ادارہ کی طرف سے ماہوار رسالہ ”برہان“ ماہ جولائی ۱۳۸۷ء سے جاری ہوا ہے۔ اسکے مدیر مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی ایم۔ اے (فاضل دیوبند) اور قلمی معاونین مولانا حفیظ الرحمن صاحب سیواری و مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی و دیگر قابلِ فخر حضرات ہیں۔ چند سالانہ پانچ سو روپیہ ۲۶۸۲۰ کی تقطیع اور ۲۷ صفحات کے حجم کے خوشنما و دلآویز کتابت و طباعت کیساتھ ہر ماہ شائع ہوتا ہے۔ ملنے کا پتہ منیجر رسالہ ”برہان“، قمرول باغ نئی دہلی

زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے وقت

دارالعلوم عربیہ بھیرہ کے طلباء کو فراموش نہ فرمائیں احاد و دہریہ کے اس دور میں زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف طالبانِ علوم دین سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ دارالعلوم کی کوئی مستقل آمدن نہیں کوئی وقف نہیں محض توکل پر دار و مدار ہے براہِ کرم امدادی رقوم بنام مہتمم دارالعلوم عزیز زہیر (پنجاب) روانہ فرما کر اس خالص دینی ادارہ کو مستحکم بنائیں

مسلم سے خطاب

(از جناب قمر صاحب نعمانی - سہسراہی)

جو دل میں درد ہے پھر اس کا آج اظہار کرتا ہوں
جلوں گا شمع ساں اور ب کو پروانہ بناؤں گا
صدا سے میری یارب قوم بیدار ہو جائے
سلف جن کا اخوت پر عمل تھا کون تھے کیا تھے
نہ وہ احساس خود داری ہے تم میں اور نہ غیر ہے
ورق تاریخ کے اللہ تو سمجھو کیا تھے اب کیا ہو
نظر میں آنکھ چھتی تھی نہ سلطانی سلطانی
جہاں اڑتے تھے اپنی بات پر وہ کر دکھاتے تھے
وہ لمچل ڈال دیتے تھے جو دریا کی روانی میں
نہ اولوں سے وہ ڈرنے لگتے نہ پانی سے نہ پھر سے
کوئی دنیاوی طاقت تھی جو ایسوں کو ہٹا دیتی
وہ ایسے مستقل تھے استخاد دین و ملت میں
ہر اک کو دوسرے کے درد کا احساس نہ تھا تھا
مثالیں انکی دی جاتی ہیں جو کچھ کر گئے ہیں وہ
چلو ان کی روش پر تو تمہارا کام چل جائے
اگر لو کام مہمت سے تو ہو آسان سر مشکل
خدا را اب بھی اپنے حال پر کچھ تو ترس کھاؤ
خدا کے واسطے اب جاگ اٹھو غفلت سے باز آؤ

جس سے اپنے نالوں کے مہتیں بیدار کرنا ہوں
کرشمہ سوز دل کے اہل محفل کو دکھاؤں گا
زمانہ خواب غفلت سے ذرا ہوشیار ہو جائے
خلع کہلاتے ہو خجکے تمہارے ہی تو آبا تھے
نہ وہ قومی حمیت ہے نہ اب وہ دل میں مہمت ہے
لڑتے تھے سلاطین جن سے انکے نام لیوا ہو
خس و خاشاک ان کے سامنے تھی فوج ہامانی
پہاڑوں کو وہ اپنی ایک ٹھوکر سے سٹاتے تھے
لگا دیتے تھے تلواروں سے اپنی آگ پانی میں
بلا تھا ان کو حصہ فیض ارشاد ہمیشہ سے
بٹاتی وہ اگر ان کو تو اپنے کو مٹا دیتی
کرفق آئنا نہ تھا انکی کبھی باہم اخوت میں
ہر اک آرام دینے کیلئے تکلیف سہتا تھا
حقیقت میں وہ زندہ ہیں بظاہر مر گئے ہیں وہ
بھنبور میں آکے جو بیڑا پڑا ہے وہ کل جائے
کہ مہمت ہی سے ہوتی ہے ترقی قوم کو حاصل
زمانہ دنگ رہ جائے تم ایسے کام کر جاؤ
نہیں ہے یہ وقت سونے کا اٹھو اٹھ کر سنبھل جاؤ

قمر کی ہے دعا صبح شب دیجر ہو جائے

(ماخوذ از آفتاب)

یہ ظلمت قوم پر چھائی ہوئی کا فور ہو جائے

جفاے ستمگاراں

(از جناب ضیاء صاحب نقشبندی مجذبی)

خلفاء کی مدح بنے خطا یہ نیا ستم یہ نئی جفا شہد اکا ذکر ہونا روا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
یہ نیا ستم یہ نئی جفا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
جو سوئے عرب ہو گزر کبھی تو کروں یہ عرض کیا نبی جو علی نے مدح غلیق کی تو خلافت ایسا ہو شوقی
کہ تقیہ باز بنا دیا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
وہ عمر جو اصل اصول ہیں وہ عمر جو باب قبول ہیں وہ عمر جو صبر رسول ہیں وہ عمر جو خوشن تن ہیں
انہیں ظالموں نے برا کہا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
میں جہاں میں ایسے بھی خلف کرتے جفا با سلف وہ غنی کہ جنکو شہ نجف کہیں مچھو کہ ان یہ نہیں شرف
چلے ان یہ پنجر بے حیا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
وہ گردہ ابن سبا کا تھا کئے ظلم جسے ہزارا کہہ سکا امام کو بر بلا شہ دوسرا سے بڑھا دیا
کہا پھر علی کو خدا خدا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
نہ علی تھے دشمن عائشہ نہ عائشہ ہی کو بغض تھا انہیں ظالموں کا یہ کام تھا کہ سپر کو مال لڑا دیا
ہوئے قتل مومن با صفا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
حسن ابن حیدر کو جھٹتے فاطمہ کے دل و جگر یا لوٹ آپکا مال و رکسی مانے قتل بھی کر
کئی باز نہ ہر پلا دیا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
وہ تقیہ باز تبرا گو بنے کر بلا میں دلیر جو سنو ان کے مکڑی اب بنو کیا قتل خود بھی دشمن کو
خود ہی مانے مانے کی دی صدا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
گھڑیں خوب خوب روئیں لکھوں کیا میں کی حکایت کہ عجیب ہیں یہ جماعتیں تو میں جھوٹ کی جو سنگا
تو کہا کہ ناں یہ تقیہ تھا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
جو ثواب کیجھو تقیہ کا تو صلوٰۃ و صوم سے ہر سوا جو منہ کا دیکھئے مسئلہ تو یہی ہے نفس کا فیصلہ
کہ حلال ہو گیا اب زنا یہ نیا ستم یہ نئی جفا
کہیں نہں باں سے وہ ارضیا شہ دیں کو قاتل انبیاء جو کہیں اماں کو بر بلا ہم چوں محمد مصطفیٰ
نہیں پھر وہ مومن با صفا یہ نیا ستم یہ نئی جفا

بدن العلم بعصمتہ اولاً وعصمتہ لا تثبت بمجرد جعل لا ینال ان تعرف عصمتہ لانه دور وک
تثبت بالاجماع فانه لا اجماع فیها وعند الامامیہ انما یکون الاجماع حجة لان فیہما کلام
المعصوم فیعود الامر الی اثبات عصمتہ بمجرح دعواه فعلم ان عصمتہ لو كانت حقاً لا بد ان تعلم
بطریق اخر غیر موجود خیرہ فالولم ین لمدينة العلم باب الا هو لم یثبت لا عصمتہ ولا غیر ذلك
من امور الدین فعلم ان هذا الحدیث انما افتراه زندقی جاهل ظفہ مدحاو هو بطریق التنازع
الی القبح فی الاسلام اور لم یبلغه الا واحد ثمان هذا خلاص المعلوم بالتواتر فان جمیع ملوک
الاسلام باغیرہ العلم عن الرسول من غیر علی اما اهل المدينة ومکة فالانوفیہما ظاهر کذلک
اشام والمجته فان هو لا لم یلغو فیرون عن علی الاشياء قلیلا وانما کان غالب علمه فی الکوفة
ومعہم اهل الکوفة کاوا یعلمون القرآن والسنة قبل ان یتولی عثمان رضی اللہ عنہ فضلا
عن علی۔ ان بعض اکابر حبسے علامہ سیوطی وغیرہ اس کی تحسین فرماتے ہیں۔ اس وجہ سے اہلسنت کو جواب دینے
کی نے اجماع ضرورت ہے وحرر بالتفصیل بعون الملک الحلیل

قولہ کیا پرورد زمین پر کوئی سنی عالم ہے جو اس سے انکار کرے کہ حضرت علی فصیح العرب والعجم تھے
اقول سنیوں کو انکار کی کیا ضرورت ہے اہلسنت تو جو جناب امیر کے فضائل جلیلہ واقعہ کے مقرر ہیں۔ بلکہ
اظہار فضیلت جناب امیر نے اصحیقت ال سنت ہی کا حصہ ہے کوئی شیعوں کی کتابوں کو دیکھے اور نہ تفضیل کا کیا
ذکر جو تہذیب سے بھی درگزر نہیں کرتے۔ کبھی تو کہتے ہیں خلافت ثلاثہ کے عورت سے از روئے تثبیت جناب امیر انکا اتباع
کرتے رہے۔ یہیں کہتے ہیں کہ جناب امیر نے بیعت صدیقی سے انکار کیا تو حضرت عمر ایک جماعت کے ساتھ آئے اور
دشمنان امیر کے گلے میں رسی ڈالکر گھسیٹتے ہوئے مکان سے پھینکا کرے چلے حضرت فاطمہ اس مجمع ربالب میں گس پڑیں۔
اور جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگیں۔ مگر ایک عورت کا کیا بس چلے آخر وہ لوگ اسی زلت کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے۔
جناب امیر کو لے گئے اور حضرت صدیق کی بیعت کر اچھوڑی، وغیرہ ذلالت من الخرافات، چنانچہ باقر مجلسی، حق الیقین
میں کس جیاسے فرماتے ہیں۔ پس قنقاز بے حیا و اصحابش بدون رخصت هجوم آورند و شمشیر را از دست حضرت
گرفتند و سیمائے درگاؤے مبارک حق جوئے آں مطیع امر الہی انداختن و کشیدند کہ از خانہ بیرون آورند چون حضرت
را بدرخانہ رسانیدند حضرت فاطمہ نزدیک در آمد و آں شد قنقاز ظالم در الخف کشد و در پہلو سے فاطمہ زد کہ یک زندہ
از دندانتائے پہلوئے مبارکش شکست و فرزند کے کہ حضرت رسول اور از شکم حسن نام کردہ بود سقط شد و باز مانت می
فرمود تا آریانہ بر بازویش زد کہ استخوان شکست و ہمیں ضربت با شید شد پس حضرت امیر را با آن حال بیرون کشیدند
تا بنزد ابوبکر آوردند، انتہی مختصر۔ پس اہل حیا ان جیاداروں کی خیرات کو دیکھیں کہ جناب امیر کی شجاعت و خلعت

وحضرت سیدہ کی عزت و عصمت میں کیا کچھ نہ کہہ کرے۔ اور پھر بھی محبت اہلبیت کا دعویٰ لاجہول و لافوق
 الا باللہ اب ہم اپنے اصلی مدعا کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ جناب امیر افضح العرب والعجم بلا تخصیص فرد من
 الافراد تھے یا نہیں بصورت اول جناب رسول اکرم سے بھی افضل ہوا لازم آتا ہے وَلَا یَفْعُولَہٗ عَاقِلٌ اسْتَغْفِرُ اللہ
 ہم بھولے یہ توشیہوں کا عقیدہ ہی ہے کہ جناب امیر کے خطبوں کو فوق کلام المخلوق و درون کلام الخالق ہی کہتے ہیں
 کیا صرح بہ علماء الشیعہ خیر اسلام یہ بھی ان کا بہت بڑا احسان ہوا کہ کیسے تو فوق کلام الخالق بھی نہیں کہ دیا، ورنہ اسلام
 کا تو خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ پھر جب جناب رسول اکرم صلعم ایسے صاحب جوامع الکلم سے ہی جناب امیر بڑھ گئے۔ تو دوسروں
 کو کون پوچھتا ہے اگر کہو کہ رسول اکرم صلعم میں اور ایسے کمالات موجود تھے۔ جو جناب امیر سے افضلیت کا باعث ہوئے
 تو یہی جواب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے بھی تسلیم ہو۔ اور اگر اسوائے رسول اللہ صلعم سے جناب امیر کو افضح العرب
 ہیں۔ تو اولاً یہ تخصیص خود تصریح فوق کلام المخلوق و درون کلام الخالق کے مخالف ہے نایابا مختلفات امامیہ ہم پر محبت نہیں
 اس کو کتب معتبرہ اہل سنت سے بروایت صحیحہ ثابت کرنا چاہئے و ورنہ خوط الفتاد قولہ حضرات ثلاثہ کی وقت
 میں ہر مشکل مسئلوں میں حضرت علی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور آپ کا فتویٰ قول فیصل ہوتا تھا اقول خیر اس سے بیات
 تو بحوالہ اللہ تعالیٰ اچھی طرح ثابت ہوئی کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں کسی قسم کا اختلاف نہ تھا۔ دشمنی نہ تھی۔ ایک دوسرے
 کے فضل و کمال کے منقرض تھے۔ اگر خلفاء ثلاثہ سے کبھی کوئی غلطی واقع ہوئی۔ اور حق بجانب جناب امیر ہوئے تو وہ حضرت پر قول
 پر اڑے نہ رہتے بلکہ ارشاد جناب امیر کی پابندی و تعمیل فرمایا کرتے تھے۔ بیشک خلفاء راشدین کے عدل و انصاف و
 دیانت و اتقان شریعت کا یہی مقتضی تھا اور آپ کے اسی قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلافت خلفاء ثلاثہ حق تھی۔ اور
 اس میں بن کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا اور نہ احکام شریعہ میں کوئی فتور آیا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ ایسے معاند غوی
 کے زبان و قلم سے اس قسم کی بات کا بظننا خلفاء راشدین کی کرامت ہی کرامت ہے۔ اور حق بزبان جاری اسی کو
 کہتے ہیں۔ اس مقام پر ایک روایت کا نقل کرنا خالی از لطف نہ ہوگا۔ لکھا ہے کہ ایک یار قلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ
 علیہ نے حضرت فاروق اعظم کے پوتے حضرت سالم کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ آپ حضرت فاروق کے طریقے اور
 عدل کے طرز معاشرت وغیرہ سے مجھے مطلع کریں کہ میں بھی اسی طرح عمل کیا کروں۔ حضرت سالم نے جواب میں لکھا کہ
 نہ تمہارا زمانہ حضرت عمر کا زمانہ ہے اور نہ تمہارے لوگ ان کے زلفا ایسے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر تم حضرت عمر ایسے
 کام کرو تو تم حضرت عمر سے بھی افضل ہو۔ آثار الاول فی ترتیب الدول میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی
 اللہ عنہ ان کی زمانہ خلافت میں کسی نے کہا کہ آپ اگر حضرت حنین و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زبیر کو قتل کر ڈالیں
 تو آپ کی خلافت بے خروشہ ہو جائیگی فرمایا۔ اگر ان ہی لوگوں کو قتل کرادوں تو امیر کن کا ہونگا اور امارت کن پر کروں گا۔
 امام ابن جمویہ جو بنی راح فرماتے ہیں حضرت معاویہ کی رائے کسی صائب و سعید اور اس شبیر کی رائے کسی ملوک

تھی۔ انتہی۔ اور بے شک حضرت معاویہؓ کی یہ رائے فاسدہ و اہوائے کاسدہ سے بدرجہا بہتر ہے ان لوگوں نے جناب امیر کے بھی وادعاے محبت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو کافر و مرتد و منافق بنا دیا۔ تو گویا یہ حقیقت انہوں نے جناب امیر کو اپنے زعم باطل میں امیر المومنین و المرتدین ٹھہرایا۔ نیز جب ہر ایک شکل مسئلوں میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور آپ ہی کا فتوے قول فیصل ہوا کرتا تھا۔ تو اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ جناب امیر کے تفتیہ کی کوئی اصل نہیں۔ اور تہ آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ تفتیہ کی ساری کہانیاں مختصرات اعدائے اہل بیت ہیں۔ اور غضب مذک و دیگر حقوق اہلبیت کا الزام و دشمنان دین کا محض انتہام ہے قول علاوہ اس کے مشور ہے کہ جب بعد خلیفہ دوم لوگوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا چاہا۔ تو یہ شرط کی کہ آپ سیرت شیخین پر عمل کیجئے آپ نے قطعاً انکار کیا اور فرمایا۔ کہ میں اپنے علم و یقین پر عمل کروں گا۔ **اقول** سب سے زیادہ تو حضرت آپ کی صادق الکلامی مشہور ہے بایں ہمہ ہم اصل و افتخار یا رخ سید علی سے نقل کرتے ہیں جس سے محبوبت پر سب کچھ معلوم ہو جائیگا۔ مسند احمد میں ابوہریرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن عوفؓ رض سے کہا آپ لوگوں نے حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت عثمان سے کیسے بیعت کی۔ فرمایا میرا کیا قصور ہے ہم نے تو حضرت علیؓ سے ہی شروع کیا تھا۔ اور ان سے کہا تھا۔ کہ اس شرط پر کہ آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و سیرت شیخین پر عمل کریں۔ ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ فرمایا جہاں تک ہم سے ہو سکیگا۔ اس کے بعد ہم نے حضرت عثمان کے سامنے اس شرط کو پیش کیا تو انہوں نے قبول کر لیا۔ اور اس کی وجہ بھی تھی۔ کہ جناب امیر کو اپنے نفس پر اعتماد کامل نہ ہوا اس لئے فرمایا۔ کہ مجھ سے جہاں تک ہو سکے گا۔ عمل کروں گا۔ اور حضرت ذی النورین نے اپنے نفس پر فائدہ پا کر بلا استثنا قبول فرمایا۔ اور احمد اللہ اپنے زمانہ خلافت کو اسی طرح پورا کر دیا۔ اگرچہ اہل نفاق و شقاق آپ کے کمالات جلیلہ کو عیوب ہی سے تعبیر کریں۔ مگر کیا کیجئے من لم یحجل اللہ لہ فخرًا فالہ من خسر، تہدستان قیامت چھوڑا ہر کسمل اور اگر جناب امیر کو سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار تھا۔ تو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر کیا حلف عمل کا اقرار کر لینے سے کون سیرت مانع تھی۔ بلکہ حق چھوڑا اہلسنت شکر اللہ سعید اھم و دوم اھم کے نزدیک خدا و رسول کے خلاف حکم نہ حضرت ابوبکر کے قول کا کچھ اعتبار ہے نہ حضرت عمر کے قول فیصل کی کوئی وقعت لا طاعة للمخلوق فی معصیۃ الخالق مسلم اہل سنت ہے پھر جو سیرت شیخین رض پر عمل کرنے کی قید لگائی گئی اسکی چند وجہیں ہیں (۱) یہ عام دستور ہے کہ بڑوں کا قول و فعل دوسروں کیلئے ہمیشہ دستور العمل ہوتا ہے۔ اور اس کا عموماً اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگر ان کی بڑائی و وجہ دین ہے تو ہزاروں کے نزدیک اور اگر بڑائی دنیا ہے تو دنیا داروں میں اور یہ تو ظاہر ہے کہ بعد وفات حضرت شیخین اگر کوئی انکی اتباع کرے گیگا۔ تو ان کے تقدس اور کمال اتباع شریعت ہی کے خیال سے طمع دنیا و خوف ایدہ و وجہ اتباع ہو نہیں

سکتی۔ یا شیعوں کی طرح کہ وہ کلمات طیباتِ جناب امیر کو جو مدح و ثنا شیخین میں منقول ہیں خود و تفتیہ پر محمول کرتے ہیں۔ اگر کوئی غایت درجہ کی نزدیکی و نامردی سے کام لیکر دعویٰ اتباع شیخین کرنے لگے۔ تو اس کی حماقت ہے۔ اور یہ بات اہل عقل کے نزدیک مسلم ہے کہ فقط زبانی کہنے سے کہہ کے دکھلا دینا ادفع فی النفس و احری بالقبول ہوتا ہے پس دوسرے لوگ جو احکام شرعیہ کی زبانی تعلیم فرمائیں گے حضرات شیخین نے اس کو کر کے بتلادیا۔ پھر ایسی چیز سے جو مصارج عامہ پر مشتمل ہو بلا ضرورت انحراف و اعراض کی وجہ وجہ نہیں ہے گما لا یخفی علی ادبائہ (۲) جو احکام حضرت شیخین رضائے وقت میں جاری ہوئے وہ حسب تعلیمات خصم جناب امیر کی رائے سے فعیل ہوا اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جو رائے چند اہل الرائے ملکر قائم کریں یا وہ مسئلہ صبر چند مجتہدین امت کا اتفاق ہو شخص واحد کی رائے و اجتہاد سے ضرور راجح و افضل و الباقی بالقبول ہوگا۔ مثلاً جو مسئلہ حضرت شیخین کے زمانہ میں طے پایا۔ اس میں جناب امیر و دیگر حضرات سب ہی شریک تھے۔ اور وہ اتفاق رائے پاس ہوا وہ جناب امیر کی اکیلی رائے سے ضرور راجح ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ ایک بار جناب امیر نے کسی مسئلہ میں فرمایا کہ پہلے میری اور حضرت عمر کی رائے تھی اور اب میری یہ رائے ہے حضرت مجلس میں سے بعض صاحب بول اٹھے۔ کہ آپ کی اور حضرت عمر کی متفقہ رائے آپ کی منفرد رائے سے میرے نزدیک زیادہ اچھی ہے اور شیعوں کی طرح اس اختلاف رائے کو کہہ جاتے ہیں خلفائے ثلاثہ سے واقع ہوا ہے جبل و کذب پر حمل کرنا کمالِ جبل ہے مجتہد کی رائے میں تغیر و تبدل کچھ عوامی تعجب نہیں تو گما لا یخفی علی ادبائہ (۳) امیر شیخین پر عمل کی شرط حسب فرمان واجب الاذعان حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اقتدا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما پس جب اتباع شیخین میں اتباع بول الثقلین ٹھہری پھر اصل اعتراض کیا ہے اور موقع اعتراض کہاں (۴) رسول صلعم ارشاد فرماتے ہیں من بعث منکم احدی فنیسوی اختلافاً لثیروا فعدلکم بسنتی و سنتہ الخلفاء المرشدین الخ یعنی تم میں جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ حضرت بڑا اختلاف دیکھے گا۔ سو ایسے وقت میں تم پر لازم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور یہ بات ناظرین سیر تواریخ پر تحقیق نہیں ہے کہ حضرت شیخین کے عہد خلافت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا۔ سب لوگ یک دل و یک زبان رہے آخر عہد خلافت عثمانی سے کچھ اختلاف شروع ہوا۔ اور حضرت علی کو ملامت اللہ وجہ کا زمانہ خلافت تو سراسر اختلاف ہی اختلاف میں گذرا۔ اور اللہ اکبر آتنا بڑا اختلاف جس میں حق و باطل کی تمیز گویا معدوم ہو رہی تھی۔ کیونکہ کہنے کا برصاحب بن کا خلیفہ ہونا بوجہ انجذاب نبوی قطعی تھا۔ کسی شبہ کی بنا پر جناب امیر کے مخالفت ہو رہے تھے۔ پھر نام لوگ کس کو حق اور کس کو ناحق سمجھتے۔ پس موافق ارشاد نبوی حضرت شیخین یقیناً حق بالاتباع ٹھہرے۔ اسی لئے شرط اتباع شیخین کی ضرورت ہوئی۔ اگر کہو کہ وقت بعیت سیدنا ذی النورین نہ کچھ جھگڑا تھا۔ اختلاف پھر قبل از اختلاف اس شرط کی کیا حاجت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بوجہ انجذاب نبوی تو وہ اختلاف یقیناً تھا۔ اسی لئے

سب ارشاد حضرت خیر العباد معلم اس شرط کی ضرورت پڑی۔ علاوہ ان وجوہ کے معلوم نہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا مصلح مد نظر تھے جن تک ہمارے عقول قاصر ہو گئے نہ میں (۵) بے شک آپ نے سیرۃ الشیخین پر عمل کرنے سے انکار فرمایا تھا۔ مگر جب اپنی خلافت کا زمانہ آیا۔ تو عملی طور پر اس کا سخت خلاف فرمایا حتیٰ کہ جو سخت ظلم شیخین نے کیا تھا حضرت نے اس میں بھی اتباع و تقلید فرمائی۔ دیکھو بالاتفاق شیعہ شیخین نے فدک غضب کیا تھا۔ جناب امیر نے اپنے زمانہ میں وہی ظلم و جور بدستور باقی رکھا۔ اور اس کو رفع نہیں فرمایا، قرآن عثمانی کے مقابلہ میں اپنا قرآن معدوم کر دیا پس اسکی وجہ یا تو یہ ہو کہ آپ کو بداء واقع ہوا ہو۔ اول غلطی سے آپ نے انکار کیا۔ پھر اس غلطی پر مطلع ہوئے اور سمجھے کہ اتباع میرے شیخین حق ہے۔ تو رائے اول سے رجوع کیا یا یہ وجہ ہو کہ آپ کو اتباع و مقتدین شیخ سے خوف پیدا ہوا ہو۔ کہ مراد اچھو کہ منہ خلافت سے بوجہ اس خلاف کے علیحدہ کر دیں۔ تو بخوف عزل تقیہ آپ نے ایسا کیا۔ مذہب تشیع پر دو نو وجہیں زیبا اور شایاں ہیں جسکو چاہیں بنی قرار دیں۔ ذاکہ سمعہ هذا للتحقیق و لا تعدل عن سواء الطریق و بالله التوفیق۔

ذکر اعلم الامم وافقہ الائمہ صدیق اکبر سیدنا ابی بکر رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ

تو حضرت ابو بکر نے چور کا بایاں ہاتھ کٹوایا۔ علمائے اہلسنت قبول کرتے ہیں کہ یہ حکم خلاف شرع تھا۔ اقول یہ کہ کذب محض و انتراج بحث ہے ہرگز کسی سنی نے یہ نہیں کہا کہ یہ فعل خلاف شرع تھا۔ اب حقیقت حال سنو کہ ائمہ اربعہ اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ چور کا پہلی مرتبہ دایاں ہاتھ کاٹنا چاہئے اور دوسری مرتبہ میں بایاں پاؤں اسکے بعد اختلاف ہوا، امام مالک امام شافعی و اکثر ائمہ رضہ فرماتے ہیں کہ تیسرے مرتبہ میں اس کا بایاں ہاتھ بھی کاٹنا چاہئے اور چوتھی مرتبہ دایاں پاؤں۔ اور پانچویں مرتبہ میں اس کو فیکرنا چاہئے اور یہی مذہب حضرت صدیق رضہ کا منقول ہوا ہے اور امام ابو حنیفہ رضہ فرماتے ہیں کہ بایاں پاؤں کاٹنے کے بعد توبہ کرنے تک اس کو مقید رکھنا چاہئے۔ اب بایاں ہاتھ نہیں کاٹنا جائیگا۔ پس اگر حضرت ابو بکر رضہ نے چور کا تیسری بار بایاں ہاتھ کٹوایا۔ تو ان پر الزام کیا ہے فروعیات اختلافیہ بین الائمہ میں اہلسنت کے نزدیک کوئی امام وجہ مخالفت امام آخر مطعون و ملام نہیں۔ نہ حنفی شافعی نہ کرام کرتے اور نہ شافعی نہ حنفی کو الزام دینے میں حقی ہو کہ خلاف کرنا البتہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ پس کیا حضرت صدیق امام ابو حنیفہ کے منقلد تھے جو مخالفت امام کا ان پر الزام ہو گا حالانکہ نسائی وغیرہ کتب احادیث اہلسنت میں خود حدیث مرفوع رسول صلعم سے تیسری مرتبہ ہاتھ کاٹنے کی منقول ہے پھر تو حضرت صدیق اکبر رضہ نے عین متابعت حدیث نبوی کی ان پر مخالفت شریعت کا الزام لگانا محض حماقت و زفافتہ ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ پہلی مرتبہ میں دایاں ہاتھ کاٹا۔ تو اولاً اسکی دلیل کیا ہے بلکہ محض اتمام بلادیل ہے اس کو روایات صحیحہ سے ثابت کرنا چاہئے۔ وافی معہ خلافت

ثانیاً قرآن میں جب دہنے بائیں کی قید نہیں پھر اگر بالفرض حضرت صدیق نے یہاں ہاتھ چرکا کٹوایا۔ تو کونسا قرآن کا خلافت کیا قول؟ حضرت نے فجاہ سلمیٰ کو جو مسلمان تھا آگ میں جلوا دیا یہ امر خلافت شرع ہے دیکھو شرح تجرید فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب استیعاب **اقول** بقول مقرر جس پر ایک مسائل مشکلیں خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع فرماتے تھے کہ امر تو کیا حدود و قصاص میں جناب امیر سے مشورہ نہ لیا ہوگا۔ یا اس ہمہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کلمہ باب امیر کی مرضی اور ارشاد کے موافق ہوگا۔ یا حضرت صدیق کے نزدیک یہ مسئلہ واضح وہیں ہوگا جس کے باعث جناب امیر سے استفسار کی ضرورت نہیں سمجھی گئی غرض بہر صورت حضرت صدیق پر کوئی الزام نہیں۔ احکام شرعیہ کے ساتھ عدم سبالاتہ تو کوئی عاقل اس کو مہنی نہیں کر سکتا۔ ورنہ بقول مقرر مسائل دینی میں جناب مرقی رضوی کی تقلید کی ضرورت ہی کیا تھی۔ علاوہ اسکے حضرت صدیق کا یہ فعل امام معصوم کے فعل کے مطابق ہے۔ کیونکہ جناب امیر نے بھی لوطی کو جلوا دیا تھا۔ کہا ہونے لگا کہ تنزیہ الانبیاء والائمة نیز جناب امیر کا ابن سبا اور اس کے اتباع کو بھی جلانا مقبول ہے۔ کما ذکرہ بعض العلماء عن النبیؐ پس اگر فعل صدیقی محل اعتراض ہے تو جناب مرقی رضوی بدرجہ زیادہ مورد ہوں، واکلا فلا۔ اب واضح ہو کہ دراصل یہ اعتراض نواصب و خوارج کی طرف سے حضرت صدیق و حضرت امیرؓ پر کیا جاتا تھا جسکو بتقلید خوارج و نواصب حضرت شیعہ بھی لے دوڑے اور نامی فرقہ ضالہ کا جواب اہلسنت ہی دیتے ہیں کہ برطبق ثبوت یہ افعال نبی برخطائے اجتہادی اور ناقابل اعتراض ہیں۔ چنانچہ علامہ توشیحی شرح تخریدیں جس کا حوالہ مقرر بھی بنظر تلمیس عوام دیتا ہے بحوالہ تشبیحات شیعہ طوسی علیہ السلامیہ مستحکمہ ارقام فرماتے ہیں و احراقہ فجاہ بالنا من غلطہ فی اجتماعہ و کلمہ مثلاً للمجتہدین انتہی غرض یہ امر ناممکن ہے کہ حضرت صدیق تو ملزم ٹھہریں۔ اور جناب امیر الزام سے بری ہو جائیں مزید تفصیل تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور حق تو یہ ہے کہ یہ اتمام محض ہے جسکو واقعیت سے کوئی سرکا نہیں۔ اور شارح توشیحی کا جواب علی السبیل التزل ہے، قولہ حضرت ابو بکرؓ کلام اور میراث جہ سے ناواقف تھے اسلئے علماء اہلسنت قبول کرتے ہیں کہ امام کیلئے علم تمام احکام کا شرط نہیں دیکھو تحفہ اثنا عشریہ **اقول** وہستعین کہ اس جگہ بھی مقرر نے بہت غلط کر دیا ہے اہلسنت یہ فرماتے ہیں کہ تمامی احکام کا بالفعل علم ضروری نہیں۔ البتہ امام میں ملکہ استنباط و قوت اجتہاد بالفعل ہونی چاہئے جس سے بروقت ضرورت تخریج مسائل کر سکے بہر کیف اب ہم مخلصات عبارت تحفہ کو بالاختصار نقل کرتے ہیں جس سے مقرر کی تخریج اور اصل اعتراض کا جواب بخوبی واضح ہو جائیگا۔ ابو بکرؓ مسئلہ جہ و کلامہ معلوم نہ بود کہ از دیگران سوال سے کہ در جواب اس طعن بر اہل سنت موجب الزام نے شود زیرا کہ نزد ایشان علم جمیع احکام بالفعل در امام شرط نیست آری اجتہاد ملکہ استنباط شرط است و ہمین است کہ مجتہد کہ اول متبع نصوص بدوں سیکند و تخصص اخبار سے نماید اگر حکم منصوص یافت موافق نص فقہی واد اگر منصوص نیافت یا استنباط مشغول شد و چون در وقت ابو بکرؓ نصوص مدون نہ بود و روایات

حدیث مشہور شدہ باچار از صحابہ نفی صموعات شان ہی نمود۔ گفت در شرح بخیرید اما مسئلہ میراث جدہ و کلالہ پس نیست خلاصہ
 عادت از مجتہدان نیز کہ تفتیش سے کند از دلائل احکام دے پرسند از کسانیکہ یافتہ اند خبر آنا و ازین سبب رجوع کرد
 علی در مسئلہ فروختن ام و ولد سوئے قول عمر و این تفتیش دلالت نمے کند سہرا کہ علم نہ داشت بلکہ این نقص و تحقیق
 دلالت نمے کند کہ ابوبکر صدیق در احکام دین کمال احتیاط مری میداشت و در قواعد بشریت شرائط اتهام نام بجای
 آورد و بلند اچون مسئلہ بدہ را منقبہ ظاهر کرد۔ پرسید کہ ہل محلک غیرک اباسبت ہمرہ تو غیر از نو والا در روایت
 تعدد شرط نیست پس این امر در حقیقت منقبہ عظمی است برائے صدیق چہ بلا نصب بے جاست کہ منقبہ را
 منقصت سازند و محل طعن گردانند۔ آرسے ہستم بد اندیش کہ برکنہ باد۔ عیب نماید نہ شرف و نظر۔ اگر ابوبکر را مسئلہ
 بدہ و کلالہ معلوم نہ شود در امامت او نقصانے نمے کن۔ نیز کہ بموجب روایات شیعہ حضرت امیر را نیز بعض مسائل معلوم
 نہ بود۔ حالانکہ باجماع امام مطلق بود روی عبد اللہ بن بشیر ان علیا مسئلہ فقال لا علم لی بها ثمر
 قال و ابوہا علی کیدی مسئلت عمالہ علیہ ترجمہ روایت کرد عبد اللہ بن بشیر اس کہ علی را پرسیدہ شد از مسئلہ
 پس گفت خبر نیست مرا ازین مسئلہ پس گفت سر دے کخم اس سوزش را بر جگر خود پرسیدہ شدم از چیزیکہ نمے دانم و
 روایت کرد اور اسعد ابن نصر نیز ہستی بقدر الحاحیہ۔ اب اس عبارت سے جو فوائدے متنبہ ہوئے ان کا اظہار
 بھی ضروری ہے (۱) متعرض کی حرفت ثابت ہوگئی (۲) متعرض کے اس بتیان سراپا خذلان کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ
 اہلسنت کے نزدیک بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ کما سیبھی۔ کیا خوب دیون گوم بر روئے تو پر آپ پورے
 عامل نکلے۔ بھلا فرمائیے توہی کہ جب امامت عثمانی مسلمہ بل منت ہے تو آپ کا مجتہد نہ ہونا چہ بخنے دار۔ بطلان
 وجود المشی و ط مع انتفاء الشرط (۳) میراث جدہ کا مسئلہ جناب امیر کو بھی معلوم نہیں تھا۔ کیونکہ سب باخبرات
 متعرض نامی مسائل شک میں خلفائے ثلاثہ رض جناب ولایت ماب کی طرف رجوع کیا کرتے تھے تو مجب عادت اس مسئلہ
 میراث کو جس کا پتہ حضرت صدیق کو نہ چلا۔ اولاً ضرور جناب امیر سے دریافت فرمایا ہوگا۔ جب وہاں بھی مطلع صاف
 نظر نہیں آیا۔ تو آخر دوسروں سے پوچھنے کی نوبت آئی۔ اس وقت مغیرہ بن شعبہ و محمد بن سلمہ رض نے بتلادیا کہ جدہ کو
 سدس ملنا چاہیئے۔ چنانچہ باقر مجلسی حق الیقین میں اور علی رضا شیرازی سفینۃ النجا میں با اس ہمہ کو باطنی و نقیب
 ہی فرماتے ہیں کہ میراث جدہ کا مسئلہ محمد بن سلمہ و مغیرہ بن شعبہ نے ہی بتلایا تھا۔ کسی نے جناب امیر کو بتلانے والا
 نہیں کہا فسقط براسہ قولہ حضرت ابوبکر مسئلہ میراث عمدہ و خالہ سے ناواقف تھے۔ اقول اولاً اس معہ محل
 فرمائیے اور صاف بتلائے کہ حضرت صدیق کی ناواقفیت کس معنی پر ہے آیا وہ اس سے ناواقف تھے کہ عمدہ و خالہ بھی
 وارث ہوتی ہیں۔ یا اس کے کہ ان دونوں کو حق وراثت حاصل نہیں۔ بہر حال کسی طرح حضرت صدیق کی تعلیل و تجہیل
 عقلاً ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ ام صحابہ میں مختلف فیہ تھا۔ بعض صحابہ دو سے الارحام کو وارث فرماتے ہیں۔ اور بعض نہیں۔ جکے

44

نزدیک ذوی الارحام وارث تھے۔ انہوں نے عمدہ و خالہ کو میراث دلویا۔ اور جو توریت ذوی الارحام کے قابل نہیں وہ
کیا دلواتے ترمذی شریف کے باب ماجاء فی میراث الخال میں ہے و اختلف فیہ اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فورث بعضہم الخال والحالة والعلمہ والی هذا الحدیث ذهب اکثر اهل العلم
فی توریت ذوالارحام واما زید بن ثابت فالمرثیہ وحمل المیراث بدیت المال انتہی۔ اب اسی
اختلاف صحابہ پر اختلاف، مہمہ بنی ہے۔ ہمارے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذوی الارحام وارث ہیں۔ اور ائمہ
کے نزدیک نہیں پس حضرت صدیق کا مذہب خواہ توریت ذوی الارحام کا ہو یا نہ ہو۔ بہر صورت مافوق الطعن ہے۔ گماہو
شنان الاختلافیات بین المجتہدین۔ عرض ایسے ایسے بے سرو پا لغویات سے حضرت صدیق کا جعل ثابت
کیا جن کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کچھ خدا نے میرے سینہ میں ڈالا ہے۔ میں
نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ کمال جبل اور بڑی بے شرمی ہے استغفر اللہ قولہ حضرت ابوبکر نے چھٹا حصہ ترکہ تنونی کا نانی
کو دادی کے کہتے ہوئے دلویا اقول اول ثم مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت نقل کرتے ہیں اسی سے اغراض کی اصلیت
معلوم ہو جائیگی۔ جاءت المجدۃ الی ابی بکر تسالہ میراثہما فقال لہا مالک فی کتاب اللہ شیء ومالک
فی سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیء فارجعی حتی اسال الناس فقال فقال المغیرۃ بن
شعبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطاہا السدس فقال ابوبکر هل محاک غیرک
فقال محمد بن سلمۃ مثل ما قال المغیرۃ فانفذہا لہا ابوبکر ثم جاءت المجدۃ الاخری اى عمرو تسالہ
میراثہما فقال ہونک فان اجتماعہما فہونیکما وانیکما خلعت بہ فصولہما یعنی حضرت صدیق کی خدمت
میں جدہ نے میراث کا دعویٰ کیا آپ نے فرمایا تیرا حق نہ تو کتاب اللہ میں معلوم ہوتا ہے اور نہ سنت رسول اللہ میں۔ باز
ہمہ تو اس وقت لوٹ جا۔ میں اوروں سے بھی دریافت نہ کرتا ہوں۔ غرض دریافت پر حضرت منیرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے جدہ کو سدس دلویا تھا۔ حضرت صدیق نے پوچھا تمہارا کوئی گواہ بھی ہے۔ اس وقت صحابہ کرام

۱۔ ایک اور روایت ترجمہ اسد الغابہ جلد ششم صفحہ ۱۸۱ رقم ۱۲۷۵ میں ملی۔ حضرت ابوبکر کے پاس ایک میت کی نانی اور دلاوی
آئی حضرت ابوبکر نے میت کی نانی کو اسکے مال میں چھٹا حصہ دلادیا اور دلاوی کو کچھ نہیں دلایا عبدالرحمن بن سہل نے جو انصاریہ کے خاندان بنی جابرہ
میں تھے اور غزوہ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔ کہا ہے خلیفہ رسول اللہ صلعم آپ نے ایسی عورت کو میت کے مال سے میراث دلانی کہ اگر وہ عورت مر
جاتی تو اس کے مال میں سے میت کو کچھ نہیں ملتا۔ اور ایسی عورت کو محجوب کر دیا کہ اگر وہ دلاوی مر جاتی تو اس کے مال سے میت کو میراث نہ ملتی پس حضرت
ابوبکر نے اس چھٹے حصہ میں دونوں کو شریک کر دیا اگر عرض نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے تو اس کا جواب عنقریب بحوالہ تحفہ گلدیچکا ہو مگر یہ روایت
صحیح نہیں معلوم ہوئی کیونکہ واقعہ اگر پہلے گلدیچکا ہوتا تو دوسری مرتبہ تفتیش کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور نہ حضرت عید بن نانی کو دلواتے اور اگر بموجب
روایت مشکوٰۃ ان دونوں روایت پر چند شبہات ہیں راہیو واقعہ جہیزین مقدم ہو گا یا واقعہ واحد بصورت اول جب حضرت سہد بنی اللہ رحمہ علیہ
۲۔ ایک اور روایت ترجمہ اسد الغابہ جلد ششم صفحہ ۱۸۱ رقم ۱۲۷۵ میں ملی۔ حضرت ابوبکر کے پاس ایک میت کی نانی اور دلاوی

انصاری رضی نے بھی گواہی دی۔ تب حضرت صدیق نے اس جدہ کو سدس دلویا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس ان کی زمانہ خلافت میں اسی میت کی دوسری جدہ میراث مانگتی ہوئی آئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جدہ کا وہی سدس تھا۔ تم دونوں اگر اکٹھی آیتیں تو وہی سدس دونوں میں منقسم ہو جاؤ۔ اور جو تنہا لینگے سو اس کا رہا۔ اس روایت میں جدہ کی تعیین نہیں کی گئی۔ کہ وہ نانی تھی یا دادی۔ مگر روایت ابن ماجہ کے یہ الفاظ ہیں "ثم جاءت الجدة الانثوی من قبل الارب ابی عمرو قسالة میراثہما جس سے معلوم ہو گیا کہ خدمت صدیقی میں میت کی نانی وجود اورراثت تھی۔ دوسری جدہ جسکو مقرر نے آج ظاہر کیا ہے اس کا زمانہ خلافت صدیقی میں کیوں وجود ہی نہ تھا۔ وہ خلیفہ دوم کے زمانہ میں پیدا ہوئی تھی۔ پھر اس کو حضرت صدیق کیسے دلواتے۔ اور دادی کے رہتے ہوئے نانی کو دلونا بھی، بل کلم کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے سراجی میں ہے وللجدۃ السدس لامرکانت اولارب واحدۃ کانت او اکثر یعنی جدہ کا سدس ہے۔ خواہ نانی ہو یا دادی ایک ہو یا زیادہ" غرض اگر فقط دادی ہو تو اسی کو کل چھٹان ملے گا۔ اور اگر نانی بھی موجود ہو۔ تو دونوں میں ہی سدس تقسیم ہو جائیگا۔ ہاں شیعوں کا مسئلہ یہیں معلوم نہیں کہ ان کے یہاں کیا صورت ہے۔ پس اگر مقرر نے اپنے قاعدہ کے موافق اعتراض کیا ہے تو ہمیں ہجرات ہجلا کے جواب کی ضرورت نہیں۔ علاوہ اسکے تقریر سابقہ سے جب دادی کا وجود رونا ثابت ہو چکا۔ تو فرمائیے نانی کو دلونا واجب تھا یا نہیں۔ اور اگر نانی کا آپ کے نزدیک کوئی حق ہی نہیں تاہم یہ اعتراض یہودہ ہے۔ بلکہ اس طرح اعتراض کرنا تھا۔ کہ نانی کو دلوا کر بیت المال کا حق ضائع کیا گیا۔ فحسب حصص الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا یہ بات کہ حضرت عمرؓ نے جگہ کو جدہ اولے سے نصف کیوں نہیں دلادیا۔ سو اس کی وجہ یہ معلوم ہونی چاہئے۔ کہ حضرت رفیق کو اسکے جدہ ہونے کا یقین نہیں ہوا۔ کیونکہ عادیہ غیر ممکن ہے کہ کسی کا ایسا عزیز و قریب مر جائے اور اس کو اتنی مدت دراز تک خبر نہ ہو۔ تمام وراثت میں میراث تقسیم ہو جائے اور ایک جائز وراثت منہ بند کئے ہوئے بیٹھا رہے بہر کیف اگر دلایا بھی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ رہی حدیث وہ اس سے ساکت سمجھی جائیگی۔ ساتھ ترجمہ شکوۃ میں مولانا

بقیہ حاشیہ شکہ نانی بھی شبہ ہے مگر ان دونوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے۔ کہ واقعہ جدہ واحدہ کو مقدم لیا جاوے اور چونکہ وہ جدہ فاسدہ تھی اور حضرت میثوقی روایت کے مطابق فقط اسی کا وارث ہونا معلوم ہوا تھا اس میں جدہ صحیحہ نہ کو نہیں تھی۔ اسلئے اسکے بعد جب آپ کے حضور میں واقعہ جین پیش ہوا تو آپ نے روایت مغیر بن شعبہ کے مطابق یہاں بھی فقط نانی کو دلادیا۔ مگر جب عبدالرحمن انصاری کے منظر طوع کے تحت پہنچا کہ جدہ صحیحہ فاسدہ دونوں وارث ہوتی ہیں میراث دونوں کو ملے گی تو آپ نے فاسدہ صحیحہ دونوں میں میراث تقسیم کرادی پس یہاں بھی دادی کے رہتے ہوئے نانی کو دلانا نہیں ثابت ہوا بلکہ دونوں کا دلانا ثابت ہوا ہر اسکی۔ البتہ اگر مقرر کا خیال یہ ہے کہ نانی کو کسی صورت سے ملنا ہی نہیں چاہئے۔ تو یہ دوسری بات ہے کہ ایسے جان کو خیال کی جواب دہی کہاں تک اہل علم کے ذمہ ہے وہ اہل عقل پر مخفی ہیں۔

قطب الدین دہلوی رح فان اجتہدہا کایوں ترجمہ کرتے ہیں۔ پس اگر جمع ہو تم دونوں پس وہ چھٹا مشترک ہے
در بیان تم دونوں کے اور جو ہی تم دونوں سے کہ تمنا ہو ساتھ اس چھٹے کے پس وہ چھٹا حصہ اس کے لئے ہوگا اور
بہر فائدہ میں لکھتے ہیں۔ اور آخر جملہ کا حاصل یہ ہے کہ میراث جدہ کی چھٹا حصہ ہے خواہ ایک ہوں یا کئی ہوں۔ پس
حضرت صدیق نے حکم کیا چھٹے حصہ کا ایک جدہ کیلئے اس لئے کہ دوسرے کا ہونا معلوم نہ تھا۔ اور حضرت عمر رضی کو
جب معلوم ہوا دوسرے کا ہوتا تو حکم کیا کہ دونوں چھٹے حصہ میں شریک ہوں۔ پس اس تقریر کے موافق تو سب
قصہ طے ہے قولہ زین الفنا تفسیر سورہ حمل اتی میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت ابوبکر سے تین سوال کئے
۱۔ کون سی چیز اللہ کے لئے نہیں ۲۔ کون سی چیز اللہ کے نزدیک نہیں ۳۔ کون سی چیز اللہ نہیں جانتا ہے حضرت
ابوبکر اس کے جواب میں عاجز رہا کہ اس یہودی کے ساتھ حضرت علی کے پاس آئے۔ حضرت علی نے فوراً جواب دیا
اور فرمایا ۱۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے ۲۔ اللہ کے نزدیک فقر و جبر نہیں ہے ۳۔ اللہ اپنے نفس کیلئے بیابانی
نہیں جانتا۔ یہ سنکر وہ یہودی مسلمان ہوا۔ اور کہا کہ تم بے شک وحی رسول اللہ کے ہو۔ اقول اولاً اس کو کتب مخبرہ
اہل سنت سے ثابت کر دیشیوں گی کتابوں پر اگر اعتماد نہ تھا اور وہ قابل اعتبار نہ ہوتیں تو پھر کیا بات تھی۔ ثانیاً۔ یہ
عام قاعدہ ہے۔ کہ جب کوئی بڑے عالم سے کوئی پھر پوچھ سوال کرتا ہے تو وہ کہہ دیا کرتے ہیں مجھ سے ایسا سوال
کیا کرتے ہو۔ جاؤ کسی میرے شاگرد سے پوچھ لو۔ ہاں حضرت صدیق نے یوں صاف نہ فرمایا۔ بلکہ اس کو اپنے ساتھ
لے کر جناب امیر کے پاس گئے۔ اور پھر ان سے جواب دلایا۔ یہ آپ کا کمال خلق محمدی تھا آپ نے اس کو مکروہ سمجھا کہ آپ کی
زبان صدق ترجمان سے تسلی و فخر و تکر کے الفاظ نکلیں۔ چنانچہ اسی قسم کی ایک روایت بخاری کی جلد اول ص ۱۲ میں
ہے کہ خدمت نبوی میں ایک یہودی آیا۔ اور اس نے حروفِ ہجی کا فائدہ پوچھا۔ جناب امیر بھی اس وقت حاضر تھے۔
حضور اقدس نے فرمایا علی تم ہی جواب دیدو۔ یہ فرما کر حضور نے دعا فرمائی۔ اے علی کو جواب کی توفیق دے۔ اور ان کو
سیدھی راہ چلا۔ نب جناب امیر نے جواب دینا شروع کیا جواب کے ختم ہونے پر حضور نے فرمایا۔ کہ وہ باتیں ہیں جو
حق تعالیٰ عامی مخلوق سے اپنے لئے چاہتا ہے۔ اس پر یہودی مسلمان ہو گیا۔ تو کیا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو بھی جواب نہ آتا تھا حالانکہ جناب امیر کو آپ ہی کے دعا کی طفیل میں جواب کی توفیق عطا ہوئی۔ ثالثاً یہ قصہ محض
جھوٹ ہے کیونکہ آثار و وضع و کذب خود اس سے ظاہر ہیں جو شخص فوراً مسلمان ہوا اس کو خود بخود اسلام لاتے ہی
وصیت مندرکہ و مہجورہ کی خبر کیسے ہوگی راہجاء کیا عجب کہ یہ بھی کسی یہودی کی من گھڑت ہو جس نے مدح جناب امیر
کے پردہ میں قرآن کی تکذیب کی ہے۔ اور امت ابن سبا نے انحضرت صلی کی شامت سے اسکو سب و ستم قبول کر
لیا کیونکہ اس یہودی کا اس جواب کو تسلیم کر لینا بتلا رہا ہے کہ یہودیوں کے نزدیک خدا کا کوئی بیٹا نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے و قالت الیہود عزیر بن اللہ یعنی یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے۔ پس جب موافق اس قصہ

کے بیودولایت عزیر علیہ السلام کے قائل نہ ہوئے تو معاذ اللہ قرآنی خبر غلط ٹھہری اور جناب امیر نے کچھ مدلل طور پر دلالتِ الہیت کی نفی نہیں فرمائی تھی جسکی وجہ سے یہودی کو اپنے عقیدہ فاسدہ کے بطلان کا یقین ہو گیا۔ کیا یہ بات کہ خدا کی کوئی اولاد نہیں اسلام میں کوئی اجنبی بات تھی۔ کیا رسول اللہ صلعم کے عہد شریف میں کسی یہودی نے یہ نہیں سنا تھا لاجل و لا قوۃ الا باللہ خالصاً ہم کہتے ہیں کہ اگر اس فرضی یہودی کو اس طرح جواب دیا جائے کہ خدا تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے منزہ و پاک ہے تو تطویل لاطائل بھی نہ ہوتی اور جواب بھی مانع جامع ہوتا ورنہ اس جواب کے موافق یا تو ذات واجب تعالیٰ و تقدس کو بہت سے صفات قبیحہ کے ساتھ شیعوں کو متصف ماننا پڑے گا۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علماً کیسے اور یا اس جواب کو تمام کہنا ہو گا۔ چنانچہ اہل فہم سے مخفی نہیں۔ پھر ایسے نقائص و ذہل جواب کو جناب امیر کا ماہ الفخر و مایہ ناز ٹھہرانا خاص شیعوں کا کام ہے اور بیشک نادانوں کی دوستی کا یہی انجام ہے اور کیا عجب کہ وہ سائل جس نے جناب امیر کے وہی رسول اللہ ہونے کا اقرار کر لیا۔ ان سب کے غاندان کا ہو جس نے ایک یہ عرب بھی شیعانِ پاک کی ہدایت کیلئے ایجاد کیا آخر علمائے شیعہ تو اقرار کر ہی چکے تھے کہ جناب امیر کے وہی ہونے کا دعویٰ پہلے پہل ابن سبائی نے کیا تھا۔ فتدبر و حل الحق لا یتجادعہ قولہ نہایت العقول امام فخر الدین رازی میں مندرج ہے کہ خلافت کے علاوہ شیعہ بھی مسائل شرعیہ سے پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے اقول ہم پہلے کہ آتے ہیں کہ اہل سنت رد افض خوارج کے جن اعتراضات کو نقل کر کے رو کرتے ہیں ان ہی اعتراضوں کو شیعہ پھر اپنی تصانیف میں لکھ کر کتبِ اہلسنت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ تاکہ عوام دھوکے میں آجائیں۔ ان بے چاروں کو کیا خبر کہ علمائے اہلسنت نے ان خرافات کو بغیر تردید لکھا ہے۔ یا بغیر تسلیم ان فرضیہ قول اگر اس میں ہے تو اسی قبیل سے ہے پس قابلِ احتجاج نہیں۔ فیضان ابن سبائی سے شیعوں کو قریب وہی میں عجیب ملکہ حاصل ہے خیر نہیں دیکھ لو کہ پہلے برگزیدگی حضرت ابوبکر کی بحث میں نہایت العقول کی بھی عبارت نقل کی ہے اوس میں ثلاثہ کا لفظ نہیں ہے اور یہاں آکر جب عبارت سابقہ کو مہموم خلاف مقصود پایا تو جھٹ خلافت کے بن ثلاثہ بھی بڑھادیا۔ جب ایک عبارت اور ایک کتاب میں یہ حال ہے تو آگے کیا رہا۔ قولہ حضرت ابوبکرؓ نے جب خالد کو مالک بن نویرہ پر لٹ کر کشی کے لئے بھیجا تو تاکید کی کہ اگر مالک گرفتار ہو تو اس کو عزت کے ساتھ رکھنا۔ او قیل نہ کرنا۔ مگر خالد نے اس کو قتل کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ خالد نے ایک مسلمان کا خون ناخن کیا۔ اور

لے لفظ بھی سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ نہایت نے کسی ناصبی کے اعتراض پر جناب امیر کو کتنے مسئلہ معلوم تھے یہ جاہد یا ہو گا کہ مجتہد لو اگر بعض مسائل معلوم نہ ہوتے تو یہ محلِ طعن نہیں ہے آخر خلافت ثلاثہ کو بھی کتنی باتیں معلوم تھیں جس طرح اہلسنت رد افض کے جواب میں الزام جناب امیر کی نادانیت کو پیش کرتے ہیں۔ مگر مقرر کو تو ہمیشہ خوارج و نواصب ہی کی کارہی نصیب ہے۔

خلافت کتاب خدا کیا۔ مگر حضرت ابوبکر نے کہا کہ اس نے بہت ٹھیک کیا۔ اب علمائے اہلسنت فرمائیں۔ کہ کون خلیفہ عالم مسئلہ تھا۔ اور کون برعکس۔ اقول اولاً اس قصہ میں بھی تخریف ہوئی ہے تاہنا حضرت عمر کو اول اول مالک بن نویرہ کا اسکے سابقہ اسلامی حالت کی بنا پر قتل ہونا مانا گوارا نہ کیا۔ مگر جب ان کو حضرت صدیق کی تقریر سے بوجہ انکار زکوٰۃ اس کا ارتداد متیقن ہو گیا۔ تو ان کی تشفی ہو گئی۔ اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ اب حضرات شیعہ ہی فرمائیں کیا انکار زکوٰۃ کفر نہیں۔ اور کیا منکر زکوٰۃ کا قتل جائز نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بھی حضرت خالد سے مالک بن نویرہ کا قصاص نہیں لیا۔ اور اس میں شک نہیں..... کہ جناب صدیق اعلم صحابہ تھے۔ اسی قتال مانعین زکوٰۃ میں پہلے پہلے تمام صحابہ کو خلافت ہوا۔ مگر جب حضرت صدیق نے دلائل واضح سے انرا شبہات فرمادیا۔ تو سارا اختلاف جاتا رہا۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم قتال مرتدین پر متفق ہو گئے پس اگر حضرت فاروق کسی بات کو حضرت صدیق اکبر سے کم سمجھے تو اہلسنت پر کچھ الزام نہیں۔ کیونکہ اہلسنت حضرت صدیق کو اعلم واقعہ صحابہ جانتے ہیں۔ وئی الواقعہ ایضا لذلک۔ نے تحقیق آپ کی ذات جامع الکمالات حضرت حسان شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی شعر کا مصداق تھی جو آپ کے مدح میں لکھا گیا ہے۔

الیس اول من صلی یقتلکم یا و اعرف الناس بالقرآن والسنن علاوہ اس کے ہم بحث عصمت میں فوائد آصفیہ کی عبارت نقل کر چکے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تصرف قبل القسۃ کو جائز سمجھ کر شہد میں تصرف کیا۔ جس پر خباب امیر سخت ناراض ہوئے اور امام حسین کو مارنے کیلئے مستعد ہو گئے اب حضرات شیعہ فرمائیں کون امام عالم مسئلہ تھے۔ اور کون برعکس۔ نیز جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی اوس وقت حضرت سید الشہداء نے امام حسن کے فعل پر سخت اعتراض کیا اور فرمایا مانا کہ کثوانی خلافت چھوڑنے سے اچھی تھی۔ اب حضرات شیعہ فرمائیں کون امام عالم مسئلہ تھے اور کون برعکس۔ اور بے چارے حضرات شیخین تو معصوم بھی نہیں۔ بسنے اور نہ عالم ماکان و یکون پھر ان سے غلطی ہو جانی بعید نہیں اور یہاں دونوں معصوم اور دونوں عالم علم لدنی اور پھر یہ تجلیل اور تغلیط کا حول و لا قوۃ الا باللہ مزید تفصیل آئندہ آتی ہے فتنہ ایک یہ بھی بات قابل توجہ ہے کہ جب حضرت صدیق نے قتل مالک کی ممانعت کر دی اور حضرت عمر نے بھی اس قتل کو مذموم سمجھا۔ تو دونوں حضرات کی رائے میں اتفاق ثابت ہو گیا۔ اب اختلاف کہاں ہے کہ کسی کی تجلیل کی جائے۔ غرض اس تقریر سے واضح ہو گیا۔ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف تصویب قتل خالد کی نسبت حضرت معترض کا بالکل

۱۔ جب اس وقت تک حضرت فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہی نہیں تھے پھر باوصف خلافت ان کی تغلیط ہی نہیں ہو سکتی۔ غرض جو خلیفہ تھے اصل حقیقت سمجھ گئے دوسرے نہ سمجھے اس سے دو خلیفوں کا تعارض کیوں ثابت ہوا۔ فتدبر ۱۲ منہ غفرلہ

طبع زاد ہے، کمالی مخفی اب یہ کہ پھر شیخین نے خالد سے قصاص کیوں نہیں لیا تو یہ اس وجہ سے کہ مالک حکم حضرت خالد بقول مورخ انگریزی قتل نہیں ہوا۔ (سیرۃ الفاروق)

رضی اللہ عنہ

ذکر امام المسلمین مقدم المتقین سیدنا الفاروق بن ابی العاص الصدوق

قولہ حضرت عمر نے ایک زن حاملہ کو رجم کا حکم دیا۔ حضرت علی نے تنبیہ کیا کہ اس کا رجم جائز نہیں تب حضرت باز آئے دیکھو۔ شرح مواقف کنز الاعمال و رجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق و سیرۃ الفاروق ص ۱۷۱ اقول صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذالہ قسطنطینی فامنع ما شئت یعنی جب جیانیس پھر جو چاہے کہ اہل جیانیس کی حالت دیکھیں۔ کہ نہ ان کو خدا ہی کا خوف ہے نہ آدمیوں سے شرم جب اردو عام فہم کتابوں کی نقل عبارت میں ان لوگوں کی دیانت کا یہ حال ہے تو اسی پر اور عربی کتابوں کے حوالہ کو قیاس کر لیجئے۔ اور کمال شرم دجیاب ہے کہ سیرۃ الفاروق ایسی اردو کتابوں کے صفحہ تک کا نشان دیدیا کرتے ہیں سبحان اللہ۔ ع

چہ دلاور است دردے کہ یہ کف چراغ دارد

اب ہم سیرۃ الفاروق کے محاورہ صفحہ کی عبارت نقل کرتے ہیں اسی سے مقرر کے شرم و جیا کا اندازہ کر لینا چاہیئے کہ اور کتابوں کا حوالہ کس قدر صحیح ہوگا۔ سیرۃ الفاروق کے ص ۱۷۱ میں ہے "مقدمات میں صلاح و مشورہ کو نہایت جہان مندی سے قبول کرتے تھے۔ اور یہ بھی ان کے ہاتھوں سے بے اضافی نہ ہونے کا ایک بڑا سبب تھا۔ ایک دفعہ ایک حاملہ عورت کو سنگسار کرنے کا آپ نے حکم دیا معاذ بن جبل نے کہا کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بھی اس حکم سے متاثر ہوگا۔ حالانکہ اس سے آپ کو کوئی علاقہ نہیں۔ حضرت عمر نے اپنا حکم منسوخ کر دیا۔ اور کہا کہ اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ انتہی۔ ہاں اسی صفحہ میں ایک دوسرا واقعہ حضرت عمر کا زانیہ مجنونہ کی نسبت رجم کا حکم دینا۔ اور جناب امیر کا اس کے مبتلائے مجنون ہونے سے مطلع کر دینا مرقوم ہے جبکہ مقرر نے آگے چل کر نقل کیا ہے۔ مگر ان دونوں واقعوں کی وجہ یہ تھی کہ سیدنا فاروق کو ان دونوں عورتوں کے حمل اور جنون کی خبر نہیں تھی۔ اور حضرت معاذ و جناب امیر واقف تھے اسی لئے جب اصل واقعہ کی حضرت فاروق کو اطلاع ہوئی تو پھر آپ نے ان کو رجم نہ کیا اگر بالفرض یہ دونوں حکم قبل از علم نافذ ہو ہی جاتے تب بھی حضرت عمر پر کوئی الزام نہیں تھا۔ کیونکہ باتفاق سنی و شیعہ حاکم پر واجب نہیں کہ ثبوت زنا کے بعد خواہ وہ باقرار ہو یا بشہادت حمل وغیرہ کی بھی تفتیش کرے دیکھو یہ حدیث متفقہ فریقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت پر حد زنا جاری کرنے کا حکم جناب

لے چنانچہ زانیہ مجنونہ کی روایت میں صریح ہے کہ جناب امیر نے حضرت عمر کو بتایا کہ تبادۃ بنی فلان یعنی یہ فلان خاندان کی مجنونہ عورت ہے۔ کلائی ریاض ص ۱۷۱

امیر کو دیا۔ مگر وجہ اسکے کہ اس عورت کے قریب ہی پچھ پچایا ہوا تھا۔ اور بہت ہی کمزور و بڑی تھی۔ جناب امیر کو صدمہ
ضرب سے اس عورت کی ہلاکت کا خوف ہوا۔ آپ نے اجرائے حدیں توقف کیا اور حضور نبوی میں حاضر ہو کر
عرض حال کیا آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا اس کو تا انقطاع نفاس چھوڑ دو تو کیا حضرت علی جناب رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ عالم احکام شریعیہ ہو گئے۔ اور تیزی کی حدیث صحیح میں ہے کہ عہد نبوی میں ایک عورت
سے گلی میں کسی نے زنا بیاہر کیا اس عورت کے شور و غل کرنے سے مرد زانی تو بھاگ گیا۔ ایک دوسرا شخص اس عورت
کے پاس سے جا رہا تھا۔ اس نے اسی مرد کو زانی بتلادیا۔ وہ غریب پکار کر حدیث نبوی میں لایا گیا۔ آپ نے اسکی
رجم کا حکم دیا جب لوگ اس کے رجم کو مستعد ہوئے تو اصل زانی زنا کا مقرر ہو گیا۔ اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھ ہی
سے یہ خطا ہوئی تھی۔ یہ شخص بالکل بے قصور ہے آنحضرت صلعم نے بے گناہ ملزم سے معافی چاہی اور افراری مجرم کے
رجم کا حکم دیا۔ اس طرح کے واقعات احادیث میں کتنے مذکور ہیں جن میں اولاً ظالم کے موافق رسول صلعم و دیگر حضرات
نے حکم دیا۔ اور جب اصل واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس سے رجوع فرمایا۔ اور اہل عقل کے نزدیک یہ کوئی محل طعن نہیں ہے
اور نہ اس سے ان حضرات کا احکام شریعیہ سے جا مل ہونا ثابت ہوتا ہے جس طرح شیخ جناب امیر کے ادعا و محبت
میں آنکھیں بند کئے خلفائے ثلاثہ پر طعن کرتے ہیں اسی طرح نواصب جو بغض سیدنا امیر کرم اللہ وجہہ کی وجہ سے جنہی
بنے ہوئے ہیں جناب امیر پر اندھا و ہند اعراض کئے جاتے ہیں بنجلہ اور طاعن کے ان کا ایک اعتراض یہ ہے کہ
حضرت علی نے شراہ ہمدانیہ پر جو محضہ تھی حد زنا بھی جاری فرمایا اور پھر رجم بھی کیا حالانکہ جمع بین الحد والرجم خلاف شرع
ہے اور ان کو مسئلہ شرعی معلوم نہیں تھا۔ اور اہلسنت اس کا بھی جواب دیتے ہیں کہ حضرت امیر کو اولاً اس کے احسان
کا حال معلوم نہیں تھا۔ اس لئے حد زنا جاری فرمایا۔ اور جب محضہ ہونا معلوم ہوا۔ تو رجم کا حکم دیا۔ تو دراصل محضہ کو غیر محضہ
سمجھنے میں غلطی ہوئی اس کو حکم شرعی سے لاعلمی نہیں کہتے۔ فی الحقیقت نادان شیعوں کا جواب کچھ بے ایمان بخاریوں
و ناصبیوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ جن میں سے کسی کو نہ خدا کا خوف نہ لوگوں سے شرم، ہندوستان خصوصاً اطراف لکھنؤ
وغیرہ میں خدا نخواستہ اگر خوارج و نواصب کا وجود و ثوابت لطف تھا۔ اور کیوں نہیں۔ عجب خوب گدڑی گول بیٹھنے کے دیوانے دو
اور اس وقت بمقتضائے تعارف الاشیاء کا صنداد ہاشیعوں کو اہل سنت کی قدر معلوم ہوتی۔ اور غالباً یقین ہو
ہو جاتا۔ کہ فی الحقیقت محبت اہل بیت رسالت بلا شرکت احدیٰ شیعوں کا ہی حصہ ہے۔ اللہم اقدنا علی حب

سیدنا محمد وحب آلہ وصحبہ و اہلبیتہ اجمعین آمین ثناء آمین۔

قولہ عمر نے ایک زانیہ بخونہ کو سنگ لگا کر حکم دیا۔ حضرت علی نے منع کیا۔ اور حدیث نبوی کریم صلعم یاد دلائی۔ حضرت
عمر نے کہا لو کہ اعلیٰ لہلک عمر آقول اس کا جواب گدڑ چکا قولہ حضرت عمر حد شراب نبوی نہیں جانتے تھے۔
اور حضرت علی نے بتلادیا۔ دیکھو کتنا عرفان اقول یہاں بھی مترش نے کمال دیانت سے کام لیا ہے۔ ہر کیف لا

ہم چند حدیث کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں ان سے ساری حقیقت معلوم ہو جائیگی۔

۱۱ مشکوٰۃ شریف میں بخاری سے نقل کیا ہے۔ کہ سائب بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں اور نیز ابتداءِ خلافت فاروقی میں جب کوئی شرابی لایا جاتا۔ تو ہم لوگ طمانچہ جڑتے چادر سے مار دیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے آخر زمانہ خلافت میں چالیس کوڑے مارے اس پر بھی لوگوں نے سرکشی بھرا ہی اختیار کی۔ تب حضرت عمرؓ نے اسی مارے (۷) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خدمت نبوی میں ایک شرابی لایا گیا تو آپؐ نے کھجور کی ٹہنیوں سے چالیس مار کے قریب پٹوایا۔ انس فرماتے ہیں پھر ابوبکرؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد جب عمرؓ کا زمانہ ہوا۔ تو انہوں نے (تعیین حدیں) لوگوں سے مشورہ لیا۔ اس وقت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا۔ کہ حدود میں سب سے کم اسی تازیانہ ہے تب حضرت عمرؓ نے شراب کی حد بھی مقرر کر دی (۳۴) مشکوٰۃ میں موطا امام مالک سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے حاضر میں شور مچا دیا۔ اس وقت جناب امیرؓ نے فرمایا۔ میری رائے شراب خمر کو اسی کوڑے مارنے کی ہے کیونکہ شراب پینے سے نشہ ہوتا ہے اور نشہ میں آدمی ہڈیاں بکتا ہے اور ہڈیاں میں لوگوں کو ہمت لگاتا ہے عرض حضرت عمرؓ نے (حد ہمت کے موافق) دی اسی کوڑے مارے مقرر کر دی۔ (۳۵) صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ولید عامل سیدنا عثمانؓ نے شراب پی۔ آپؓ نے حضرت علیؓ کو حد لگانے کا حکم دیا۔ آخر جب چالیس کوڑے لگ چکے تو حضرت علیؓ نے مارنے والے کو کہا بھڑو۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور ابوبکرؓ نے بھی چالیس اور عمرؓ نے اتنی اور ب سنت ہے۔ مگر اتنی مجھے زیادہ پسند ہے۔ ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی و زمانہ صدیقی و ابتداءِ خلافت فاروقی تک شراب خمر کی کوئی حد معین نہیں تھی کبھی پورے چالیس جوتے یا کوڑے لگا دئے کبھی کم و بیش۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ و عبدالرحمن بن عوفؓ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اتنی کوڑے متعین ہو گئے۔ اور اسی پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اب ائمہ اہلسنت میں اختلاف ہوا۔ کہ آیا اسی سے کم مارنا جائز ہے یا نہیں ہاں زیادتی کو سب ہی ناجائز فرماتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اتنی سے کم مارنا جائز ہے۔ دیکھو حضرت امیرؓ نے چالیس کو بھی سنت فرمایا۔ اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ و دیگر اکابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک حسب طرح زیادتی جائز نہیں اتنی سے کم کرنا بھی ناروا ہے پس اس میں جناب امیرؓ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے وہی بات عبدالرحمن بن عوفؓ نے بھی فرمائی تھی۔ اجمال و تفصیل کا کافرق تھا۔ غرض اس معاملہ میں اگر کوئی حضرت عمرؓ کی ناواقفیت ثابت کرے گا۔ تو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناواقفیت کا بھی اسکو قائل ہونا پڑے گا۔ بلکہ اگر حضراتِ شیعہؓ فرمائے لیں کہ حضرت علیؓ کو وہ بات سوجھی جو خدا کو بھی معلوم نہیں تھی۔ معلوم ہوتا تو قرآن میں حد خمر نازل ہی کیوں نہ فرمایا غنا۔ تو ان کی غلو اور نادانی سے بعید نہیں ہے۔ اور متعرض کو اس اعتراض کے ثبوت میں کنز العرفان دیکھئے کو کہتا ہے۔ اگر علما ء شیعہ کی ایلیفات اسی قابل

ہوتیں کہ اہل فہم و تدین ان کی طرف پھوٹی نظر سے بھی دیکھیں تو ان کے لئے بڑے نخر کا باعث ہوتا مگر عاقل
 ان مجنوناں و معاندانہ بڑ پر کیا اعتماد کرے اور وہ کب قابل التفات ہیں قولہ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ زیورات خانہ
 کعبہ اور اس کے مال و متاع کو خرچ کریں۔ حضرت علیؓ نے منع کیا۔ اور عدم حجاز کا مسئلہ بتایا۔ کتاب ربح الارباب
 بخشیری و جلال الدین سیوطی اقول جب معترض کا تدین اور فہم اردو کنابوں کے نقل عبارت میں بار بار واضح ہو چکا
 ہے۔ نوعی مطولات کی نقل کا کیا ٹھکانا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس غریب کو علم سے سروکار ہی نہیں معلوم ہوتا۔ بچا
 نے کسی خیراتی جمعراتی اسکول وغیرہ میں کچھ رائیں ٹائیں کرنا ہاتھ پاؤں ملا نہ سیکھ لیا ہے اسی گھنڈ پر آپ کا سارا مایوس
 ٹائیں کائیں کائیں ہے یا اس ہمہ اس واقعہ کو بھی سیرۃ الفاروق سے نقل کرتے ہیں جس سے اعراض کی حقیقت اور
 معترض کی بیات و اصلیت معلوم ہو جائیگی۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کعبہ سے سونا چاندی اتار کر مسلمانوں میں تقسیم کر
 دینا چاہا۔ سلمہ نے کہا کہ آپ اسے نہ کر سینگے۔ کہنے لگے کیوں۔ سلمہ نے کہا اس لئے کہ آپ کے دونوں صاحبوں نے
 نہیں کیا۔ کہنے لگے البتہ یہ درست ہے اور خاموش ہو کر چلے گئے۔ اب معترض سے پوچھو تو سہی کہ سلمہ نے منع کیا تھا۔
 یا جناب امیرؓ نے قولہ حضرت عمرؓ خون بہا استقامت حمل کا نہیں جانتے تھے جسکے جبل کا اعتراف آپ نے برسرِ شہر
 کیا۔ اور اس کو ایک عام شخص نے بتلادیا۔ ازالۃ الخفا۔ اقول مگر جناب امیرؓ سے بھی بتلایا نہ گیا۔ ہاں معترض سے
 غلطی ہوئی۔ کہ بہ طور قدیم حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نام نہ لے لیا یا اس ہمہ اپنی ناواقفیت کا انکار کرنا یہ تو عین مدح ہے اور حضرت
 فاروقؓ کی کمال المیہ پر دال۔ یہ تو جاہلوں کا کام ہے کہ خواہ مخواہ ہمہ دانی کا بڑا مار کریں۔ علاوہ اسکے جب اہل سنت
 روایت حدیث کو کسی شخص خاص میں خواہ حضرت شیخین ہوں یا جناب امیرؓ یا کسے باشندہ منحصر نہیں سمجھتے۔ کیونکہ
 حضور نبویؐ میں مختلف واقعات مختلف اوقات میں پیش ہوئے اور مختلف وقتوں میں ان کا فیصلہ تو ہوتا۔ اور یہ
 بالبدلتہ باطل ہے۔ کہ کوئی صحابی کسی وقت میں لیلا و نہارا خدمت نبویؐ سے علیحدہ نہ ہوتے ہوں۔ پھر تمام حدیثوں کا
 علم کسی ایک شخص کو کب ممکن ہے۔ اور یہ بھی صحیح نہیں کہ کسی حدیث کا سننے والا نہیں سننے والوں سے افضل ہو۔
 کیوں کہ خود رسول صلعم فرماتے ہیں کہ صابح کو لازم ہے کہ غائب کو پہنچا دے۔ اس لئے کہ سب اوقات مبلغ سامع سے
 فقیہ تر ہوتا ہے۔ پس اس حدیث کے مطابق جس شخص نے حضرت فاروقؓ کو حدیث بتلائی وہ آپ سے اذوقہ و فضل
 نہیں ہو سکتا۔ راوی کا یہی کمال پس ہے کہ اس نے حدیث یاد رکھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور میں ان
 سب جواب کی اس وقت ضرورت ہے کہ جب صحت روایت اور صحت نقل دونوں مسلم ہوں۔ ورنہ کسی عاقل کو
 ایسے صادق متدین کے نقل پر جسکے کذب و افتراء کا ایک ذق و طوارش نظر ہو کب یقین ہو سکتا ہے۔ قولہ
 حضرت عمرؓ مسئلہ نکاح زمان عدت بحال جبل عاقرین سے ناواقف تھے۔ زخاۃ العقبیٰ اقول فی ریاض
 النصیحة الموافقہ عن لاہن السمان عن مسروق ان عمرؓ اتوا قد نکحت فی عدتھا

عرض حال

تبلیغ احکام الہی ماہ الذہری میں امیر حزب الانصار نے ماچھیوال ضلع جھنگ اور میانوالی کے اہم اسلامی اجلاسوں میں شرکت اختیار کی۔ ماچھیوال میں مذہب حنفیہ کی صداقت اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات پر بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی۔ میانوالی کے شاندار اجتماع کی روئداد اسی رسالہ میں دوسری جگہ درج ہے مولوی منیر شاہ صاحب نے اس ماہ میں کم و بیش گیارہ مواضعات کا دورہ کیا۔ مولوی عبدالرحمن صاحب میانوالی نے پٹنہ دادنخان، محمدی ضلع جھنگ، چنیوٹ اور میانوالی میں فریضہ تبلیغ ادا کیا مولوی حبیب اللہ صاحب ریاست پٹنہ کا دورہ کر رہے ہیں۔

تعلیم الاسلام دارالعلوم عزیزیہ بوجہ تعطیلات ہ اشعبان سے بند ہے۔ تعلیم القرآن کے شعبہ میں تدریس کا سلسلہ جاری ہے نیز ترجمہ و تفسیر قرآن کا درس روزانہ وقت صبح مسجد دروازہ چک والا میں دیا جاتا ہے دارالعلوم میں طلبہ کا داخلہ تعطیلات کے بعد ہر شوال سے شروع ہوگا۔ جو طلبہ آئندہ سال دارالعلوم عزیزیہ میں تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ اشوال سے پہلے بھیرہ جامع مسجد میں پہنچ جائیں۔

تعمیر و مرمت دارالافتاحہ کی تعمیر کا کام عرصہ ایک سال محض التوا رہا۔ معاونین بہت جلد اس کا ذخیرہ کیڑت توجہ کریں۔ دارالافتاحہ کے تین کمروں اور برآمدہ کی تعمیر کے لئے سارے تین ہزار روپیہ درکار ہے۔ علاوہ ازیں سابقہ قرضہ بھی واجب الادا ہے کسی قدر سرمایہ فراہم ہونے پر ماہ شوال کے آغاز میں تعمیر کا کام انشاء اللہ شروع کر دیا جائیگا۔

جریدہ شمس اسلام کو ہفتہ وار بنانیکی تجویز

گذشتہ اشاعت میں جملہ قارئین سے اس بارہ میں مشورہ طلب کیا گیا تھا۔ بعض احباب کی رائے ہے کہ جریدہ کو بحال پندرہ روزہ کر دیا جائے۔ مگر سائز نہ بدل جائے۔ بعض معاونین نے ہفتہ وار اخبار کی صورت میں شائع کرنے کا مشورہ دیا ہے مگر ان میں سے اکثریت کی خواہش یہی ہے کہ سائز اخباری ہو بلکہ کتابی صورت میں ہفتہ شائع ہوتا ہے تاکہ جلد بندی میں آسانی ہو۔ جن احباب نے اب تک اپنی رائے سے مطلع نہیں کیا۔ براہ کرم اپنی رائے سے جلد ہی مطلع فرمائیں۔ جریدہ کی موجودہ حالت میں تبدیلی کے متعلق جو بھی فیصلہ ہوگا۔ اس کا اعلان ماہ دسمبر کے جریدہ میں کیا جائیگا۔ کتابا نوئی قیمت میں تحفیت ماہ رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر اشوال تک کیلئے تبلیغی کتابوں کی

فہمیتوں میں تخفیف کر دی گئی ہے شائقین اس رعایت سے فائدہ حاصل کریں۔ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ پر رعایتی قیمتوں کا اعلان کیا گیا ہے۔

اہتمام میاں نوالی رحنا کاران اسلام کے شاندار اجتماع اور مظاہرہ کے موقع پر حضرت امیر حزب الانصار کی معززہ الازار تقریر ہزار کی تعداد میں طبع کرائی گئی ہے قیمت فی سیکڑہ

خاکساری مذہب عرب

پر فی نسخہ ایک پیسہ، ہمدردان ملت کا فرض ہے کہ کثیر تعداد میں یہ رسالہ خرید کر مشرقی کے متبعین میں مفت تقسیم کریں۔ جہاں بھی خاکساری فقہ کے اثرات ظاہر ہوں۔ وہاں اس رسالہ کا تقسیم ہونا اتحاد کے زہر کے لئے تریاق کا کام دیگا۔

شمس الاسلام کی مقبولیت اور اسکی خدمات کا اعتراف

جریہ شمس الاسلام نے ساڑھے آٹھ سال کے عرصہ میں جس قدر شاندار اسلامی خدمات انجام دی ہیں۔ وہ انظر من الشمس ہیں۔ جریہ کے صد مانع ہر ماہ تبلیغی اغراض کے ماتحت یا معاوضہ بھیجے جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں کئی

سوا شخص پر اس جریہ کے مطالعہ سے حق آشکارا ہوئی۔ اور گراہی سے ہدایت نصیب ہوئی۔ کئی نامور و سوار صاحب اقتدار اشخاص میرزا ئیت و فض کے جال میں گرفتار تھے۔ جن میں سے بعض ایسے بھی تھے۔ جو کسی سنی و حنفی مولوی کی بات تک سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ الحمد للہ کہ شمس الاسلام کی خاموش و موثر طرز تبلیغ سے ان پر حقانیت ظاہر ہو گئی۔ و قریباً ہر متحد و مراسلے ایسے اشخاص کی طرف سے موصول ہوتے رہتے ہیں، علاوہ انہیں مفتقدار اور مقدس اکابر ملت بھی خیرات و تحفہ ادا کر چکے ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ عالیہ کے متولی و خلیفہ حضرت سید محمد صادق صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں۔

در عرصہ دوازہ سے رسالہ شمس الاسلام عاجز کے نام آستانہ عالیہ مجددیہ میں موصول ہو رہا ہے۔ دعا گو اسکے مطالعہ سے نہایت مطمئن ہے اور اس امر کے اعلان سے خاموش نہیں رہ سکتا۔ کہ آپ کی جانفشانی اور روحانی طاقت رسالہ ہدایت میں کی صحیح خدمت انجام دے رہا ہے۔ خداوند کریم آپ کو زندہ رکھے۔ اور استقلال و استقامت کی مزید توفیق عطا کرے۔ فقط والسلام

(خلیفہ سید محمد صادق متولی آستانہ مقدسہ محمد پیہر ہند شریعت)

حضرت مولانا حکیم عبدالرسول صاحب نقشبندی مجددی بلکہ بارہ سے تحریر فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کے نیک ارادوں اور سعی جہد میں برکت عطا کرے آپ بڑے عالی مرتبت ہیں آپ کی سب سے اس ظلمت کے زمانہ میں اسلام کو بہت ہی فائدہ پہنچ رہا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مسرور و عطا فرمادے“

جناب عبد الرحیم صاحب ۹۲ پرن سٹریٹ کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں۔

”مجھے آپ کا رسالہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی یہ ایک بہت بڑی اسلامی خدمت ہے جو آپ کر رہے ہیں خدا تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے۔ جو مضامین اس میں ہیں وہ عموماً مسلمانوں کیلئے بہتر رہنما ہیں۔ اور خصوصاً وہ حصہ رسالہ کا جو شیعہ حضرات کے متعلق ہے مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے والا ہے جو برائیاں اس فرقہ کی جانب سے تبلیغ کے طور پر پورہ رہے وہ مسلمانوں کو اور خصوصاً جاہل مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے کافی ہے۔ اور اکثر سنی حضرات انکے متفقہ بھی ہو گئے ہیں۔ آپ کا رسالہ بہت بڑی خدمت اسلام کی کر رہا ہے۔“

ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں اور رضا کاران اسلام کا شاندار اجتماع اور عملی مظاہرہ

(از مولانا عبدالرحمن میانوالی)

مسلمانوں کے ہاتھ سے دولت گئی۔ سلطنت گئی۔ طاقت و شہرت گئی۔ سب کچھ گیا۔ مگر ابھی آقاؐ نے نامداری علیہ وسلم کی محبت اور عشق کی چمکاری قلوب کے اندر موجود تھی۔ غریب مولوی مذہبی جذبہ کو بفرار رکھے ہوئے تھا یہی جذبہ مسلم کی حیات کا ذریعہ تھا۔ یہی چمکاری شعلہ نیکو خرم نعر کو جلانے کیلئے کافی تھی۔ مسلمانوں کو اس عزیز ترین متاع حیات سے محروم کرنے مذہبی جذبہ کو فتنہ کرنے اور کفر کو اسلام کا نام دیکر فروغ دینے کی آرزو مدتوں سے اغیار کے قلوب میں موجود تھی۔ دورِ حاضرہ میں اعدائے اسلام کی یہ آرزو پوری کرنے کے لئے ایک مشرقی نژاد اور فرنگی دل و دماغ رکھنے والا انسان آمادہ عمل ہوا۔ یہودی استاد سے عربی سیکھ کر فرنگی لیدی کے آغوش میں تربیت پا کر ولایت کی درس گاہ الحاد سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ ہند کے محکمہ تعلیم میں ملازمت کر کے کمیشن کے بعد اپنے آقا یان دلی نعمت کی خوشنودئی مزاج کا پروانہ حاصل کرنے کیلئے اس کامیاب وقت تک و درمیان اظہار من الشمس ہے نہر ہمیشہ مسٹھائی میں یا دود میں ملا کر دیا جاتا ہے لہذا امت مسلمہ کو دھوکہ دیکر اتحاد کا زہر پلانا آسان امر نہ تھا۔ شیعوں نے محبت اہل بیت کے دودھ میں عداوت صحابہ کا زہر ملا کر مسلمانوں کو گمراہ کیا تھا۔ میزرائیوں نے تبلیغ اسلام کے نام پر اپنا دائم انقضا عالم میں بچھا دیا تھا۔ اسی طرح مشرقی مذکور نے تنظیم و عسکریت کے خوشنما و جاذب الفاظ کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنی طرف راغب کیا۔ اور ناصح مشفق نیکو تنظیم کی دعوت دیتے ہوئے سینرہ صید اسلام کو کفر قرار دیا۔ اور اسلامی اصطلاحات نماز، روزہ، حج، حجاب، ہجرت، ایمان، عمل و عبادت وغیرہ کو قائم رکھتے ہوئے ان کا مغموم بدل دیا۔

اطاعت خدا، اطاعت رسول کے معانی بدل دئے۔ اور مذہب کی حفاظت کرنے والے علمائے کرام کو مذہب سے آناشنا
جابل اور دشمن ملت قرار دیکر ایک ایسی جماعت تیار کر لی۔ جو آنکھ بند کر کے اسکے حکم کی تعمیل کرنے پر آمادہ ہو گئی مذہب
کی قیود سے گھبرائے ہوئے نوجوان اور مذہب کی گرفت سے آزادی کے طالب جوق و جوق اسکے جھنڈے کے نیچے
جمع ہو گئے ایسے آزاد منش خاکسار کے نام سے موسوم ہوئے۔ پہلچہ کو کالہ اسلام قرار دیا گیا۔ اور چھ سال کے عرصہ میں ملک
کے طول و عرض میں پہلچہ برداروں کی فوجیں دینی عمارت کے گرانے کیلئے مصروف عمل ہو گئیں علمائے کرام دیر کے بعد
خواب غفلت سے بیدار ہوئے۔ انہوں نے خاکساروں کے طرز عمل پر حیرت کی نگاہ ڈالی۔ عفو و خاکساری، نرمی و
انکساری کے دعویداروں کے تکبر و فرعونیت کا نظارہ دیکھا گالیاں نہیں۔ اسلام کے حسین چہرہ کو داغدار بنانے کے لئے
مشرقی کے ہیمن عمل کو دیکھا۔ جسکو وہ اپنا ہمدرد سمجھتے تھے وہی تنظیم کفر پرور اور اسلام سوز نظر آئی۔ مشرقی کینلات
رسالے لکھے گئے۔ تقریریں ہوئیں۔ مگر لہان چونکہ فطرتاً ہی ہندو اس کا سپاہیانہ جذبہ مذہبی غیرت پر غالب
آیا۔ آخر کار قوم کے نبض شناسوں نے علاج بالمثل پر عمل کرنا مناسب سمجھا۔ اور اسلامی قوانین کے ماتحت عسکریت و تنظیم
کا پروگرام تیار کیا گیا۔ کیلپور کی جامع مسجد کے خطیب مستعد ہو کر میدان عمل میں نکلے خدائی فوج تیار کی مولوی منظور حسین
صاحب ساکن بھین ضلع جہلم نے خدام الاسلام کی جماعت تیار کی اور حزب الانصار کی مساعی جمیلہ سٹیکسلا و ہزارہ
کے علاقہ میں انصار الاسلام کی تعداد صد ما سے تجاوز کر گئی۔ مذہبی جوش اور صداقت و انثار کے جذبہ سے معزز قلوب
نے کر نوجوانان اسلام میدان عمل میں نکلے۔ اس سچی اور پاکیزہ تنظیم کو دیکھ کر مسلمانوں پر حقیقت ظاہر ہو گئی کہ علمائے
اسلام کو تنظیم و عسکریت سے نفرت نہیں۔ انہیں سپاہیانہ زندگی بسر کرنے سے عار نہیں۔ اور مشرقی ان علاقوں
میں علمائے اسلام کو بدنام کرنے میں ناکام رہا۔

ضلع میانوالی کی مشیر آبادی پٹھانوں پر مشتمل ہے جن کی مذہبی غیرت دنیا میں مشہور ہے بدقسمتی سے میانوالی کے
چند گراہ نوجوان مشرقی کی تحریک میں شامل ہو گئے اور خاکساری فتنہ کی آگ مشتعل ہونے لگی سپاہیانہ فطرت کی بنا پر پٹھانوں
کیلئے خاکساروں کی فوجی پریڈ جاذب نظر ثابت ہوئی۔ اگر اس تحریک کا مردانہ وار مقابلہ نہ کیا جاتا۔ تو اندیشہ تھا کہ ضلع بھر
کے ہنگاموں اور قصبہ میں اس فتنہ کی چنگاریاں پہنچ جاتیں اور ضلع بھر کے مسلمانوں کا امن و امان خطرہ میں پڑ جاتا۔

خوش قسمتی سے ضلع میانوالی میں چند ایسے مخلص خدام ملت موجود ہیں جنکے ذریعہ اصلاح المسلمین کے نام سے
ایک باعلیٰ جماعت کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ مولانا گلشیر صاحب جیسے ساحر البیان مقرر اور واعظ کی با اثر جد و جہد اور
خالصا و بوجہ اسلامی خدمات ایسی نہیں جو فراموش کی جاسکیں مولانا احمد الدین صاحب گانگوی و مولانا محمد اکبر
علی صاحب و مولانا نور احمد صاحب و تہ خیل جیسے باعلیٰ اور جید فاضل ضلع کے مرکز میں موجود ہیں جو ظاہر و باطن کے
علوم سے آراستہ ہو کر خلق خدا کی رشد و ہدایت میں مصروف ہیں حضرت مولانا نور زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند

۴۴ سے انادیشن بنایا جس کی نظر کو وہ کے مظاہرین کا در پے والی سمجھتے تھے

اور مخلص مجاہد صاحبزادہ محمد فخر الزمان صاحب سیانہ نشین کوٹ چائن جیسے ان تھک مرد مجاہد کا مجاہدانہ جذبہ قہر الحاد کے تباہ کے لئے مستقل خطرہ ہے مکھڑ شریف کے مشہور عالم اور ممتاز علمی خاندان کے منور زکرن حضرت قبلہ صاحبزادہ مولانا محمد زین الدین صاحب سجادہ نشین ترگ کا مقدس وجود باعث برکت و رحمت ہے۔ صاحبزادہ صاحب نہ صرف پیر اور مولوی ہیں۔ بلکہ مجاہدانہ سپرٹ رکھتے ہوئے مخلص اور باعمل اور صاحب سمیت بزرگ ہیں ان حضرات کی اطاعت کے لئے عیسے خیل کے صاحب غزم رئیس خان اللہ داد خان صاحب کا آرام و عیش کو خیر باد کہ دینا اور شب و روز خدمت ملت کے لئے ادنیٰ رضا کار کی طرح ہر دور و دھوپ میں حصہ لینا نیک فانی کی علامت ہے جس ضلع میں قیوم زمان مخدوم دوران حضرت قبلہ مولانا ابوالسعد احمد مظہر النالی کا علمی و علمی و روحانی آفتاب جلوہ نگیں ہو۔ وہاں معاذین اسلام کیسے کالیاب ہو سکتے ہیں حضرت ممدوح کے مخلص خادم حکیم محمد عجب خان صاحب سیفی جو زمانہ کے انقلابات کے باہر اور مدبر و مباحو صلہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ان کے مشورہ سے خدامان ملت ہمیشہ مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔

موضوعہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۸ء کا دن میانوالی کی تاریخ میں یادگار رہے گا جبکہ حضرت مولانا منظور احمد صاحب بگویی امیر حزب اللہ بھیرہ نے میانوالی کی جامع مسجد میں اپنی باطل شکن و زلزلہ انگیز تقریر سے ملحدین کے کیمپ میں کھلبلی ڈال دی۔ اور مسلمانوں کے قلوب میں خدمت دین کا ولولہ پیدا کر دیا۔ مولانا ممدوح نے موثر سیرایہ ہو۔ نوجوانوں کو خالص اسلامی تنظیم میں شامل ہونے کی دعوت دی غفلت کے پردے دور ہو گئے آنکھوں میں روشنی پیدا ہو گئی مسلمانوں کے قلوب خلوص و ایشان کی لذت سے آشنہ ہو گئے اسی روز حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین صاحب، مولانا احمد الدین صاحب کانگولی، مولانا محمد اکبر علی صاحب حکیم عبد المجید خان صاحب سیفی، اللہ داد خان صاحب رئیس عیسے خیل و دیگر اکابر کے مشورہ سے رضا کاران اسلام کی بھرتی کا پروگرام مرتب کیا گیا۔ اور اسکے دوسرے دن خدا کے بھروسہ پر اسلامی تنظیم کا عملی کام شروع کر دیا گیا۔ عیسے خیل، ترگ، موچھ، کالا باغ، کوٹ چاندنہ ٹھٹی و دیگر مقامات پر رضا کاران کے جیوش مرتب ہو گئے، پندرہ روز کے اندر وہاں بھی تیار ہو گئیں اور اسی عرصہ میں ترکی زبان میں فوجی پریڈ بھی شروع ہو گئی تمام جیوش کے سالار اعظم حضرت صاحبزادہ محمد فخر الزمان صاحب قرار پائے جن حضرات نے اس سلسلہ میں شبانہ روز سرگرمی سے کام کیا ان کے اسماء کی فہرست جریدہ ہذا کے محدود صفحات میں درج نہیں ہو سکتی۔ اللہ کریم سب کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین

رضا کاروں کی بھرتی تنظیم اور باوردی پریڈ وغیرہ کے مراحل طے ہو گئے مسلمانوں کے سامنے اس کا عملی مظاہرہ ضروری سمجھا گیا۔ لہذا اکابر ملت نے ۲۷، ۲۸، ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء سقنہ و اتوار کے ایام عملی مظاہرہ اور اجتماع کے لئے مخصوص کر دئے۔

۲۷ اکتوبر کو مسلمانان میانوالی نے کارکنوں کے خلوص کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اعدائے ملت کو اپنی ناکامی ہمارا دی کا احساس ہوا۔ اپنے اور بیگانے رضا کاروں کی تنظیم ان کے نظم و نسق اور ان کی حرکی پرید دیکھ کر حیران رہ گئے۔ بیس دن کے اندر تین سو سے زائد رضا کاروں کا منظم ہوجانا اور میانوالی میں دور و داز مقامات سے پیدل سفر کر کے پہنچ جانا ایک ایسا ولولہ انگیز اور حوصلہ افزا منظر تھا کہ فرط مسرت سے بعض ہمدردان ملت کے آنسو جاری ہو گئے، عید گاہ کے وسیع میدان میں شامیائے نصب تھے۔ اور قائدین ملت کے ارشادات سننے کے لئے دہل بازہ تشریف آوری فصل کاشت کرنے کے زمانہ میں دیہات سے پہنچ چکے تھے، مورخہ ۲۷ اکتوبر صبح ۹ بجے کی گاڑی سے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گبوی مع اپنے سر دور فقہاء یعنی راقم الحروف و مولانا میر شاہ صاحب خوشابی میانوالی پہنچے حکیم عبدالحجید صاحب سیفی بھی کھدیاں سے شریک سفر ہو گئے تھے۔ ریلوے حدود سے نکلتے ہی پندرہ بیس خاکساروں نے اپنی کس میرسی و بے بسی کا اظہار کیا اور اپنی ندامت کو چھپانے کے لئے سلامی دینی چاہی۔ مگر حضرت مولانا مددوح آگے بڑھ گئے۔ اتنے میں رضا کاران اسلام کے جوش کا سیلاب عظیم نظر آیا۔ جنکے دیکھنے سے دلوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ تین سو رضا کاروں نے فوجی انداز میں رہنمایان ملت کو سلامی دی۔ نعرہ ہائے تکبیر سے میانوالی کے در و دیوار گونج رہے تھے مولانا محمد عظیم الدین صاحب خطیب مسجد جامع کیمپور، مولانا سید محمد بخش صاحب واعظ الاسلام سوکڑوی، صاحبزادہ مولانا نور الحسن صاحب ٹمنوی، مولانا محمد گل شیر صاحب و دیگر اکابر بھی اسی روز میانوالی میں تشریف فرما ہوئے۔

عید گاہ کے وسیع صحن میں ہر روز نذرانے جمع ہوئے۔ پہلے دن مولانا محمد عظیم الدین صاحب خطیب مسجد جامع کیمپور نے مشرقی فتنہ کی حقیقت ظاہر فرماتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف حاضری کو توجہ دلائی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طوفان اشارہ فرماتے ہوئے یہاں سے فتنوں کے ظہور کی خبر دی تھی۔ مولانا نے فرمایا کہ آج تک کسی نئے فرقہ کے داعی نے اپنے آپ کو مشرقی سے موسوم نہیں کیا۔ اور کسی فتنہ کو مشرقی فتنے کے نام سے پکارا نہیں گیا لہذا خاک رازی فتنہ فقہان فتنوں میں سے ہے جن کا ذکر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے تیرہ سو سال پہلے فرمادیا تھا۔ دن کے بارہ بجے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گبوی نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان کھڑے ہوئے۔ آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ معرکہ آرا تقریر فرمائی جس کا ایک ایک لفظ خون کفر کیلئے صاعقہ کا کام دے

لہ حزب الانصار کے صدارت سے مولانا نے اپنی تقریر بعنوان "خاکساری مذہب" جمع کرانی تھی تقریر کے مطبوعہ نسخے سولہ سو کی تعداد میں صرف میانوالی میں تقسیم کئے گئے جناب اللہ داد خان جٹا فینشل سیکرٹری جنرل اسلامیا میانوالی نے، پی گروہ سے سارے چھ سو نسخہ خرید کر مفت تقسیم کیا۔ یہ تقریر بصورت ٹریکٹ و حزب الانصار بھرہ میں تین پیسہ کے ٹکٹ برائے ڈاک بھیج کر ہر شخص منگواسکتا ہے۔ ارباب کرم ڈیڑھ روپے ٹیکٹ کے حساب سے خرید کر مشرقی زدہ حلقوں میں تقسیم کر کے تبلیغی فریضہ انجام دیں۔

رہا تھا دوسرے اجلاس میں نماز ظہر کے بعد مولانا گلشیر صاحب نے اپنی خوش بیانی سے حاضرین کو محفوظ فرمایا۔ اپنے موثر اور محبت بھرے پریمیں خاکاروں کو عراط مستقیم کی دعوت دی رات کے اجلاس میں مولانا سید محمد بخش شاہ صاحب و مولانا منیر شاہ صاحب نے سلف صاحبین کی پیروی اتباع سنت اور نئے نئے فتنوں سے احتیاط پر اپنی تقاریر میں روشنی ڈالی۔

۲۳ اکتوبر کو انجم الحودت و مولانا عاصم خاڑہ نور الحسن صاحب حضرت مولانا طور احمد صاحب بگوی و مولانا گلشیر صاحب کی تقاریر ہوئیں۔ ہر مقرر نے اپنے اپنے رنگ میں مسلمانوں کو خدمت اسلام و مسلمین کیلئے دعوت عمل دی۔ رضا کاروں نے ہر دور و ہر شہر کے بازاروں اور عید گاہ کے وسیع میدان میں مظاہرہ کیا۔ ان کی حرقی نظمیں کامسلمانوں پر گہرا اثر ہوا ایک صد کے قریب رضا کار شہر میانوالی سے ایک دن میں بھرتی ہوئے۔ ابھی بھرتی کا کام جاری ہے۔ رضا کاروں کے جوش میں ترگ، کالا باغ، موچہ، علیسے خیل، ٹھٹھی اور کوٹ چاندنہ کے جوش کو انتیازی وجہ حاصل تھا۔ اس اجتماع کی خصوصیات میں سے اہم قابل ذکر امر یہ ہے کہ مسٹر عنایت اللہ خان شرتی کو بذریعہ جسٹری نوٹس علمائے کرام سے مناظرہ کی دعوت دی گئی تھی۔ مگر شرتی یا اسکے کسی چیلہ کو بھی افتخار حق کے لئے میانوالی میں حاضر ہونے کی ہمت نہ ہوئی۔

۲۴ اکتوبر کے آخری اجلاس میں حسب ذیل تجاویز پنجاب صدارت پیش ہو کر اتفاق آرا سے منظور ہوئیں۔

(۱) اسلامیان ضلع میانوالی کا یہ نمائندہ اور عظیم الشان اجتماع مسٹر عنایت اللہ شرتی کے کفر پرور اسلام سوز اور طحانہ رویہ کے خلاف رنج و نفرت کا اظہار کرتا ہے اور حکومت پنجاب کے ذمہ دار ارکان کو متنبہ کرتا ہے کہ اسکے کسی مطالبہ کو بھی مسلمان پنجاب کا مطالبہ قرار نہ دے مسٹر شرتی کو مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ہرگز حاصل نہیں ہے۔ نیز مسلمان پنجاب کبھی گوارا نہیں کر سکتے کہ حکومت کی طرف سے شرتی کو ملحقہ پروانہ کیا کیلئے آسانیاں ہم پہنچائی جائیں یا اسلامی بیت المال کا ادارہ اسکے حوالہ کیا جائے۔ ہندو یہ اجلاس شرتی کے مشکورہ مطالبات سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔

(۲) اسلامیان ضلع میانوالی کا یہ نمائندہ اجتماع اعلان کرتا ہے کہ سنٹرل اسمبلی کے جن مسلم ارکان نے اسلام و ملک کے مفاد سے غداری کر کے فوجی بل کے حق میں ووٹ دے دیے ہیں۔ انہوں نے مسلم ووٹران کے جذبات کا ہرگز احترام نہیں کیا۔ ایسے خدایان اسلام مسلمانوں کی نمائندگی کا قطعاً حق نہیں رکھتے

(۳) مسلمان ضلع میانوالی کا یہ نمائندہ اجتماع سرحد اور فلسطین کے مظلوم باشندگان کے ساتھ کامل ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کی مسلم آزار روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

(۴۴) مسلمان ضلع میانوالی کا یہ شاندار نمائندہ اجتماع حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہے کہ ضلع میانوالی کے ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈوں میں نامزدگی کو علما و اہل علم کے انتخابی اور نمائندہ دستور جاری کیا جائے

آخر میں جلسہ کارکنان، معاینین اور رضا کاران کا مجلس مرکزی حزب الانصار کی طرف سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ حضرت امیر حزب الانصار نے میانوالی کی اسلامی جماعتوں کو حزب الانصار کی طرف سے سترم کی عملی امداد اور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ رضا کاروں کی جماعت کا نام فروج محمدی تجویز کیا گیا ہے۔ اور مسلمانان ضلع کی سترم کی رہنمائی کیلئے ایک مجلس کی تشکیل زیر غور ہے۔ جس کا دستور اساسی دستور العمل مرتب کرنے و جداسورٹ کرنے کیلئے، رشوال کو میانوالی میں ذمہ دار اصحاب کی ایک مجلس مشاورت منعقد ہوگی۔

میانوالی کے اس اسلامی اجتماع کی مفصل روئداد درج کرنے سے ہمارا اصلی مقصد یہ ہے کہ دیگر مقامات کے مسلمان بھی اس عملی مثال اور کارکردگی کو دیکھ کر خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ اور مسلم نوجوانوں کی تنظیم کر کے ان میں عسکریت کا جذبہ پیدا کریں۔ اور ان کے دلوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دینے کا جذبہ پیدا کریں۔ جو اصحاب اپنے ہاں ایسی جماعت قائم کرنا چاہیں۔ وہ حضرت امیر حزب الانصار کو اپنے عزائم سے مطلع کریں۔

عبدالرحمن میانوالی مبلغ حزب انصار و سالار جوش حزب انصار فوج محمدی بھیرہ

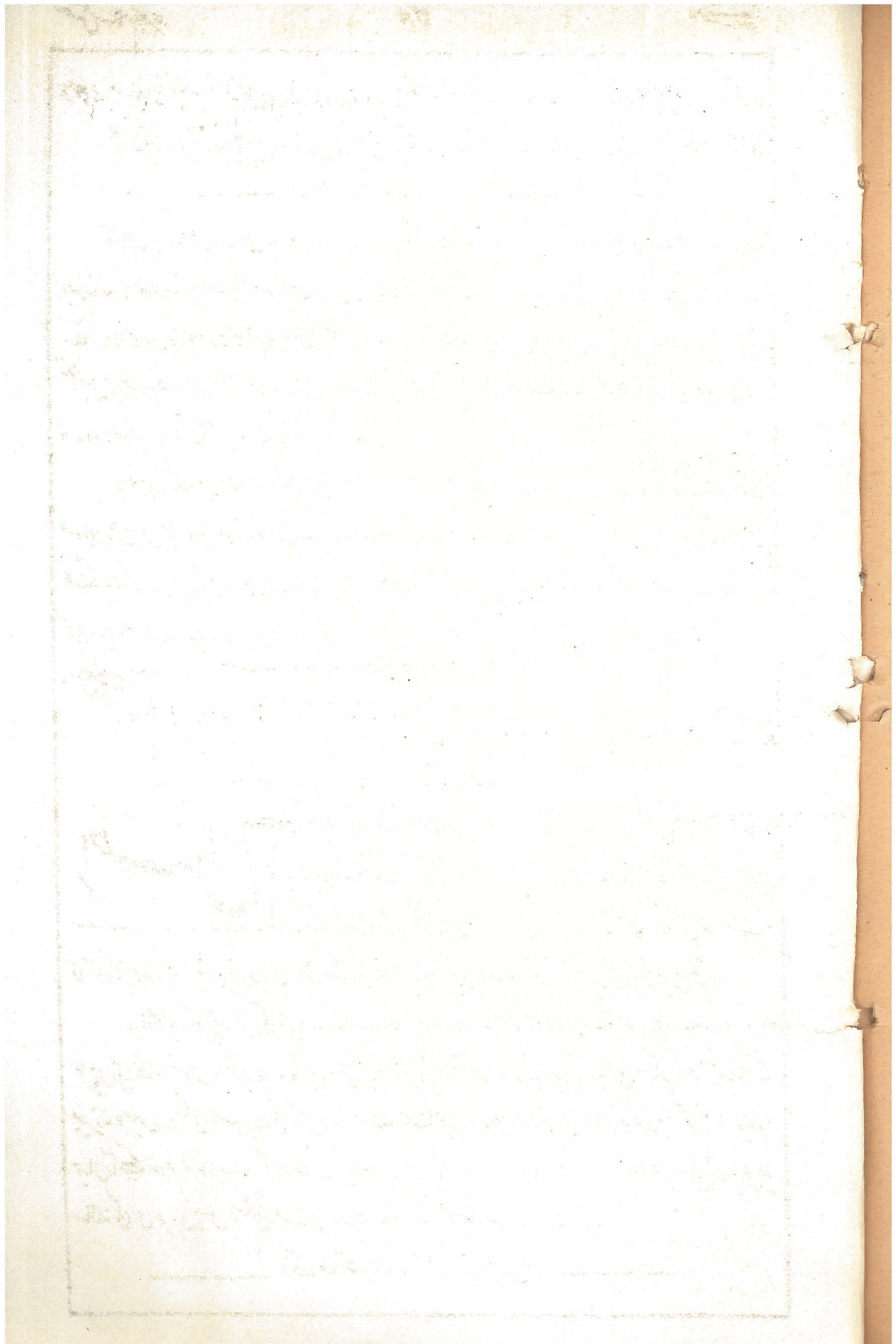
اطلاع

”خاکساری مذہب“ زیر ترتیب ہے یہ سلسلہ کم از کم گیارہ نمبروں پر ختم ہوگا۔ ہر نمبر کے ہر ایک نسخہ کی قیمت صرف ایک پیسہ ہوگی ایک صد نسخہ ڈیڑھ روپیہ میں دیا جائیگا۔ علاوہ ازیں ”خاکساری فتنہ“، مولفہ سیرزادہ مولانا محمد سہاء الحق صاحبہ،

قاسمی کا چوتھا ایڈیشن خیر جاری، اور مشرقی فتنہ کے متعلق علمائے کرام کے فتاویٰ بھی زیر طبع ہیں۔

دور حاضر کے جمیع فتن کی تردید اور مذہب مقدس اسلام کے تحفظ کیلئے ”جریدہ شمس الاسلام“ کا اجراء عمل میں آیا گیا۔ انہوں نے ہمارے حنفی بھائی پریس کی طاقت سے بے خبر ہیں۔ کوئی تحریک کسی ترجمان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ جریدہ کی توسیع اشاعت کیلئے جلسہ ہمدردان ملت کو اپنی کامل توجہ منبذول کرنی چاہیئے، جہاں آپ کے خدام لواء اسلام کی سرمدی کیلئے اپنا خون بہانے پر آمادہ ہیں، وہاں آپ سے صرف ڈیڑھ روپیہ سالانہ کی بھی قربانی نہیں ہو سکتی۔ خدا را بجزیدہ کے استحکام کیلئے جلدی توجہ فرمائیں

(و ما علینا الا البلاغ)



Regd. No. L. 2650.

November, 1938.

Printed at the Manohar Press, Sargodha by M. Zahur Ahamad Bugwi,
Editor & Printer and Published by him from the Office of
"Shams-ul-Islam", Bhera.
